ماہنامہ

# المرشد

الله
رسول
محمد

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب
کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

عَنْ عَبْدُاللّٰہِ بِنْ عُمَرْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ: اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃً وَ اِنَّ صِقَالَۃَ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وَ مَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ، قَالُوْا: وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ قَالَ: وَلَوْ اَنْ تَضْرِبَ بِسَیْفِکَ حَتّٰی یَنْقَطِعَ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کی صفائی اور جلا کے لیے تدبیر اور ذریعہ ہوتا ہے اور دلوں کی صفائی اور تزکیہ اللہ کے ذکر سے ہوتا ہے اور ذکر الٰہی سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دلانے والی کوئی چیز نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ فرمایا نہیں خواہ مجاہد کی تلوار کے ٹکڑے ہو جائیں۔

دنیا میں بدترین مخلوق وہ شخص ہے
جو دین کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بنائے

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

جمادی الاول 1433ھ
اپریل 2012ء

# تصوف

## شکر گزار بندے

ایک غلط فہمی یہ ہے کہ ہم اللہ اللہ کریں، تو سارے لوگ ہماری تعریف کریں۔ اللہ کریم فرماتا ہے، جو میری راہ چلتے ہیں، تو وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ نیکی کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے طعنے بھی سہتے ہیں لیکن میری یاد سے، میرے نام سے، میرے قرب کی تلاش سے باز نہیں آتے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ اللہ کا ذکر اس شدت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں اس کا دماغ خراب ہے، پاگل ہے ان ساری چیزوں کو دیکھا جائے تو جو تصور ہمارے ذہن میں بیٹھ گیا ہے کہ شاید ذکر کرنے، نیکی کرنے یا اللہ اللہ کرنے سے ساری مشکلیں بھی آسان ہوجائیں گی، لوگ بھی تعریف کریں گے، تو میرے خیال میں یہ تصور ہی غلط ہے، اس راستے میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے لوگ اس طرف نہیں چلتے بلکہ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ، شکر گزار بندے بہت کم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تو نے میری راہ میں محنت کو اختیار کیا، جب تو نے مخلوق کی بجائے خالق کا راستہ اپنایا تو نے محمد ﷺ کا اتباع کیا تو میں تجھے ہمیشہ ہمیشہ، ہر لمحہ، ہر آن، اپنی بارگاہ کی حاضری نصیب کروں گا، یا اللہ یہ حاضری کیسے ہوگی۔ اللہ کریم اس کا کون سا طریقہ ہے۔ فرمایا، اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا۔ یہ چھوٹا سا دروازہ ہے چھوٹا راستہ ہے سیدھی سی بات ہے، ہمہ وقت میرا نام اور تیرا دل ہو، میرا نام ہو اور تیرا خون ہو۔ میرا نام ہو، تیرے رگ و ریشے ہوں، کوئی لمحہ خالی نہ جائے کہ تیرے وجود میں میرے نام کی گونج نہ آ رہی ہو۔

ماہنامہ
# المرشد

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اپریل 2012ء جمادی

جلد نمبر 33 | شمارہ نمبر 08

مدیر محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ 35 روپے

PS/CPL#15

## فہرست


| | | |
|---|---|---|
| اداریہ | ابوالاحمدین | 3 |
| کلام شیخ | سیماب اویسی | 4 |
| اقوال شیخ | انتخاب | 5 |
| ماہانہ اجتماع | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 7 |
| قلزم فیوضات | ڈاکٹر آصفہ اکرم | 17 |
| سوال و جواب | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 23 |
| مسائل السلوک | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 27 |
| محاسن اکرم التراجم | خالد محمود (بہاولپور) | 33 |
| اکرم التفاسیر | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 38 |
| من الظلمت الی النور | چوہدری ارشد اقبال کاہلوں | 44 |
| Allah Dwells in a Believer's Heart | Ameer Muhammad Akram Awan | 53 |
| Hayat-e-Javidan (Ch: 16) | Abul Ahmadain Translation: Naseem Malik | 55 |



### بدل اشتراک

| | |
|---|---|
| پاکستان | 350 روپے سالانہ |
| بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش | 1200 روپے |
| مشرق وسطیٰ کے ممالک | 100 ریال |
| برطانیہ۔ یورپ | 35 اسٹرلنگ پاؤنڈ |
| امریکہ | 60 امریکن ڈالر |
| فار ایسٹ اور کینیڈا | 60 امریکی ڈالر |

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان


سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562198, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

## اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

# تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

### نفاق اور منافق

یہاں کفر کی دوسری قسم بیان ہوئی ہے جسے نفاق کہتے ہیں اور یہ اپنے ضرر کے اعتبار سے شدید تر ہے پہلی پانچ آیات میں مومنین کی تعریف پھر دو آیات میں کفر کی وضاحت کے بعد تیرہ آیات میں نفاق اور منافق کے حالات ارشاد ہوئے ہیں تاکہ اس کی خوب وضاحت ہو جائے جس طرح منافق ضرر میں بڑھا ہوا ہے اسی طرح نفاق کا عذاب بھی دوسری قسم کے کفر سے زیادہ ہوگا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔یعنی کفار سے نیچے کے درجے میں اُن کو رکھا جائے گا کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں مگر وہ مومن نہیں ہیں اور مومن نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں بھئی! اللہ کو کیسے دھوکا دے سکتے ہیں فرمایا، اس طرح کہ یہ اللہ کے ایماندار بندوں کو دھوکا دیتے ہیں بظاہر خود کو مسلمان ظاہر کر کے بباطن ان سے دشمنی رکھتے ہیں تو اللہ کے ان مخلص بندوں سے دھوکا گویا ذات باری سے دھوکا کرنے کی کوشش ہے۔

### منافق کی پہچان

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا مصداق اول صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذواتِ مقدسہ ہیں تو شدید تر کافر جو تھے وہ بظاہر کلمہ پڑھ لینے کے باوجود ان سے حقیقی تعلق پیدا نہ کر سکے بلکہ مسلمانوں کی ترقی اور کامیابی سے جلا کرتے تھے فرمایا، ان کا یہ فعل اللہ کے بندوں کا تو کچھ بگاڑ نہیں رہا الٹا ان کے اپنے حق میں تباہی کا سبب بن رہا ہے اس طرح وہ اپنے آپ سے دھوکا کر رہے ہیں جس کا انہیں شعور نہیں۔ گویا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت یا ان کے ساتھ خلوص ہی ایمان کی دلیل ہے۔ ورنہ کلمہ پڑھنے کے باوجود ان سب نے صحابہ کرام کو ہدفِ تنقید بنایا۔ ان میں خواہ منکرین حدیث ہوں یا کسی نئی نبوت کے دعویدار۔ سب کی مجبوری یہ رہی ہے کہ قرآن کریم کو اپنی پسند کے معانی پہنا کر اپنی بات بنانے کی کوشش کی جائے اور یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اُن کے مقام سے گرا نہ دیا جائے کہ اُن کی زندگی ہی قرآن کی تفسیر ہے۔

# جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

سورۃ الشعراء کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت امیر المکرم مدظلہ العالی نے شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کے متعلق فرمایا تھا کہ ان کی شاعری قرآن کی تفسیر ہے یا حدیث کی شرح۔ وہ خود اپنی شاعری کے متعلق بارگاہِ الوہیت میں عرض کناں ہیں:

گر دلم آئینۂ بے جوہر است
در بحرفم غیر قرآن مضمر است

روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

(اگر میرا دل بے نور ہے اور میرے الفاظ میں قرآن کے علاوہ کچھ اور ہے تو قیامت کے دن مجھے رسوا کر دیں اور مجھے حضور ﷺ کی قدم بوسی سے محروم فرما دیں۔)

حضرت علامہؒ کا دور خالصتاً تحریکی تھا۔ ان کی نگاہوں کے سامنے مسلمانانِ ہند متحرک ہوئے اور علامہ اقبالؒ کے دیئے ہوئے تصور پاکستان کی بنیاد پر قائداعظمؒ کی قیادت میں آزادی کی جنگ لڑی۔ سیاست کا دور تب شروع ہوا جب پاکستان میں اقتدار ان خاندانوں کے ہاتھ لگا جن کے آباء نے شاید ہی تحریک پاکستان میں کوئی کردار ادا کیا ہوگا اور آج کی شتر بے مہار، بے اصول اور لادین سیاست کا خمیازہ تو پاکستان کے کم و بیش سولہ کروڑ عوام بھگت رہے ہیں لیکن علامہ اقبالؒ نے یہ سب کچھ نہ دیکھتے ہوئے بھی صرف ایک مصرعہ میں فکر قرآن کی روشنی میں موجودہ سیاست کی کس قدر حقیقت پر مبنی تصویر کشی کی ہے! ''چنگیز خان نے کھوپڑیوں کے مینار بنائے، خون کے دریا بہائے لیکن آج کی چنگیزیت کا دور خون بہانے کا ہی نہیں، خون چوسنے کا بھی ہے۔ کل جو اشراف تھے، وہ آج دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ مڈل کلاس اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھنے کی تگ و دو میں قریباً معدوم ہونے کو ہے۔ مہنگائی کا ہر نیا وار غریب کے لئے نان جویں کا حصول مشکل سے مشکل تر بنا رہا ہے''۔

مایوسی کے اس عالم میں جمہوریت کے پرانے کھلاڑی مغربی لیلائے جمہوریت کے اسیر ہیں۔ برطانیہ کے پارلیمانی نظام کو پاکستان میں جمہوریت کا رول ماڈل قرار دیا جاتا ہے جبکہ امریکہ کا صدارتی نظام عملاً مسلط ہے۔

کیا ایک مسلمان کے لئے لادین مغربی طرزِ جمہوریت رول ماڈل ہو سکتا ہے؟ کیا تمام سیاسی جماعتوں، بشمول نیم سیاسی اور نیم دینی جماعتوں کو اسی جمہوریت کا راگ الاپنا چاہیئے؟ اس کا جواب تو آپ بخوبی دے سکیں گے لیکن اصلاح کی کوئی صورت؟ حضرت امیر المکرم مدظلہ العالی تو اس کا جواب اسلامی شورائی نظام کے مکمل خدوخال کے ساتھ بالتفصیل دے چکے ہیں اور اب یہ جواب ہمارے ذمہ ہے۔

ابوالاحمدین

# کلامِ شیخ

## سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

| | |
|---|---|
| گردِسفر | نشانِ منزل |

کون سی ایسی بات ہوئی ہے　　سوچ سمندر

| | | |
|---|---|---|
| متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدہ تر |

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

''اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔''

## غزل ۔جاری ہے

کھول کر بالوں کو رکھ پھر سے گھٹا آئی ہے آج
کیا کسی کو پھر سے ویرانے کا آیا ہے خیال

روشنی، رُت، پھول، بادل اس طرف چلنے لگیں
تیری راہوں میں لٹانے کو پھریں اپنا جمال

کٹ گئیں شیریں کی خاطر تیشہ فرہاد سے
کاٹنا اونچی چٹانوں کو بظاہر تھا محال

آنکھ نے دیکھا اسے جانے جگر کیوں شق ہوا
دل پہ کیوں بجلی گری کیوں لب کشائی ہے محال

سامنے اپنے تھے وہ پر دیکھنا ممکن نہ تھا
ان کی محفل میں یہ دیکھا دیدۂ تر کا کمال

آہ کے بادل بنائے آنکھ سے برسات کی
دِل کی دنیا میں بسایا ہم نے اک گلشن کمال

مدتوں سے رہ گزر پر ہیں مکیں سیماب جی
کاش اس رہ سے گزرنے کا انہیں آئے خیال

# اقوالِ شیخ

☆ اپنی Choice اپنی بدنصیبی ہے کہ موسیٰ کے ہوتے ہوئے فرعون غرق ہو جائے۔

☆ طریق شریعت ہے کہ اقتدار، اقتدار سے بھاگنے والوں کو دو، طلب کرنے والوں کو نہیں۔

☆ اگر معاشرہ درست کرنا ہے تو سب سے پہلے اپنے آپ کو درست کریں۔

☆ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کا فرض ہے کہ مخلوق کے حقوق کی پاسداری کرے۔

☆ خلوص کے ساتھ کام کرنے والوں کی حفاظت اللہ خود فرماتا ہے۔

☆ برا حکمران فرد نہیں عذاب الٰہی ہوتا ہے۔

☆ برے حکمران کو ہٹا دینا علاج نہیں اپنے کردار کی اصلاح اصل علاج ہے۔

☆ اللہ کے دین پر لوگوں کو عمل پیرا کرنے کی محنت کا نام جہاد ہے۔

☆ اپنے آپ کو سنت رسول ﷺ و اطاعت الٰہی کے دائرے میں کاربند رکھنا جہاد افضل ہے۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

# طریقہ ذکر

## سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمدورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

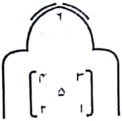


### چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

### ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

# ماھانہ اجتماع

8-1-2012

سورہ نمل آیات 76 تا 78 پارہ 20

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ............ بِحُکۡمِهٖ وَ ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ۔

سورہ نمل، بیسواں پارہ، میں نے قرآن کریم کھولا، یہیں سے کھل گیا۔قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اسے جہاں سے بھی کھولو آپ کا جو بھی سوال ہو اس کا جواب مل جاتا ہے۔ ہر آیت پوری زندگی پہ گواہ ہے۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے اتنی بڑی کتاب نازل فرمائی اور لوگوں کو اپنے کلام سے مشرف فرمایا۔کلام الٰہی کا اعجاز یہ ہے کہ اس کی ہر آیت پوری زندگی کے سوالوں کا جواب ہوتی ہے۔قرآن کا موضوع تاریخ نہیں ہے۔قرآن کسی قوم کی تاریخ بیان نہیں کرنا چاہتا۔اگر موضوع تاریخ ہوتا تو ہر قصہ ترتیب وار اپنی تاریخ کے اعتبار سے بیان ہوتا۔آپ نے دیکھا کہ جگہ جگہ پر قصے کے مختلف ٹکڑے ملتے ہیں۔قرآن کتاب ہدایت ہے اور گزشتہ قوموں کا جب ذکر کرتا ہے تو بطور مثال کے کرتا ہے اور جس واقعہ میں جتنی مثال کی ضرورت ہوتی ہے اتنا ٹکڑا ارشاد فرمایا دیا جاتا ہے۔مراد یہ ہوتی ہے کہ انہوں نے اگر یہ عمل کیا اور یہ نتیجہ پایا تو تم بھی اگر اُسی طرح کا کردار اپناؤ گے تو ویسے ہی نتائج پاؤ گے تو یہ واقعات اصلاح کے لئے بتائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کریم کا بنایا ہوا نظام ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کے واقعے سے عبرت دلائی گئی ہے۔بنی اسرائیل میں کیا تھا؟ بنی اسرائیل نبوت کے بھی قائل تھے، اللہ کو بھی مانتے تھے لیکن دین کو حصول دنیا کا ذریعہ بنا چکے تھے۔ یاد رہے جب تک دین کا مقصد اللہ کی رضا اور آخرت رہتا ہے تب تک دین، دنیا کو بھی سنوارتا ہے۔ دین سے مراد اللہ کی رضا کا حصول اور آخرت کی کامیابی رہے تو دین دنیا کے امور کو بھی سنوار دیتا ہے۔جب یہ کلیہ الٹ جائے اور دین سے بندہ مراد یہ لے لے کہ میں اس سے دنیا کماؤں تو وہ نہ صرف دنیا کو برباد کرتا ہے آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے۔بنی اسرائیل نے کیا کیا؟ بنی اسرائیل نے دین کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔جب دین کے حوالے سے اقتدار حاصل کیا جائے، حکومتیں بنائی جائیں، پیسہ جمع کیا جائے، دنیاوی مفادات اٹھائے جائیں تو کیا مصیبتیں آتی ہیں؟ بنی اسرائیل پر پہلی مصیبت یہ آئی کہ جہاں پہلے وہ توحید باری کے قائل تھے وہاں وہ عیسیٰؑ کو اللہ کا نبی ماننے لگے انہیں اللہ کا بیٹا بنا دیا یعنی جب دین سے مراد حصول دنیا ہوا تو ساری بنیاد ہی ہٹ گئی۔ پھر طرح طرح کی حکایات گھڑ لیں۔کسی نے اپنا خواب بیان کر دیا، مجھے خواب میں یہ حکم ہوا ہے لہٰذا یہ شریعت کا حکم ہے۔ مجھے یہ الہام

ہوا ہے، مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہے وہ بھی لکھ لیا۔ اس سب کا مقصد حصول دنیا تھا۔ اُس کے لئے اللہ پر بھی جھوٹ بولے گئے، انبیاءؑ پر بھی جھوٹ بولے گئے اور ایک نیا دین تراش لیا تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ جب یہ قرآن نازل ہوا، اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ تو اسرائیلیوں نے اپنی کتاب میں جومن پسند باتیں شامل کر کے اختلافات پیدا کر دیئے تھے اور ان کے اپنے کئی گروہ بن گئے۔ تو قرآن نے وہ ساری تلچھٹ دور کر دی اور حق واضح کر دیا کہ حق کیا ہے اور یہ کیا کہتے ہیں۔ تو بنی اسرائیل نے جتنے اختلافات، عقیدے اور مذہبی عبادات کے نام سے پیدا کئے تھے ان سب کو قرآن نے صاف کر دیا اور پھر سے توحید باری سے لوگوں کو آشنا کیا اور خالص دین اللہ کی مخلوق تک پہنچا۔ اس لئے کہ قرآن کی خصوصیات یہ ہیں کہ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى عربی میں کسی بھی کام کے کرنے کے صحیح طریقے کو هُدًى کہتے ہیں۔ ہدایت کا جو عربی مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے، زندگی کے، کسی بھی کام کے کرنے کا جو صحیح طریقہ ہے وہ هُدًى ہوگا۔ اس میں عقیدہ بھی آجاتا ہے اس میں عمل بھی آجاتا ہے۔ تو قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ هُدًى ہے۔ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى یہ ہدایت ہے۔ یعنی ہر کام کے کرنے کا صحیح طریقہ بتاتا ہے۔ وہ کسی نے کہا تھا۔

ہر کہ دانا کند، کند ناداں
ولیک بعد از خرابیٔ بسیار

کام ویسے ہی کرنا پڑتا ہے جس طرح دانا کرتا ہے۔ نادان بھی ویسے ہی کرتا ہے۔ جس طرح دانا آدمی کو آٹا پیس کر روٹی پکا کر کھانی پڑتی ہے تو بیوقوف کو بھی دانوں کا آٹا بنا کر اسے گوندھ کر روٹی بنا کر کھانا پڑتا ہے۔ یعنی کرنا اس کو بھی وہی پڑتا ہے لیکن دانا آرام سے کر لیتا ہے۔ بیوقوف بڑی خواری کے بعد کچی پکی روٹی بنائے گا پھر پیٹ بھرے گا۔ تو وہ جو صحیح طریقہ ہے جسے دانائی کہتے ہیں وہ هُدًى ہے اور قرآن کریم زندگی کے ہر معاملے میں هُدًى ہے۔ یہ جو چندروزہ زندگی ہے یہ اتنی قیمتی ہے اس کا ایک ایک لمحہ اتنا قیمتی ہے کہ ابدالآباد کی زندگی کا مدار بھی اس پر ہے۔ ان چند لمحات میں جس نے جیسا بنالیا ویسا اس کو ہمیشہ ہمیشہ بھگتنا پڑے گا۔ اگر اس اعتبار سے دیکھیں تو دنیا کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے اور قرآن کریم وہ کتاب ہے کہ جو کام کرنے کا صحیح طریقہ ارشاد فرماتا ہے وَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور جنھیں ایمان نصیب ہوتا ہے ان کے لئے رحمت الٰہی کا بحرِ ذخار ہے جتنی رحمت کسی کو حاصل کرنی ہے، جتنی رحمت کسی کو سمیٹنی ہے، جتنی رحمت کوئی پا سکتا ہے وہ ساری اس میں موجود ہے۔ یہ رحمت الٰہی کا بحرنا پیدا کنار ہے۔ اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کو کائنات کے لئے ماسوا اللہ، اپنے سوا ساری مخلوق کے لئے اپنی رحمت قرار دیا۔ اللہ نے اپنی کتاب کو ایمان والوں کے لئے رحمت قرار دیا۔ حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے کفار بھی مستفید ہوتے ہیں، منکرین بھی مستفید ہوتے ہیں، جانور بھی مستفید ہوتے ہیں، حیوان بھی مستفید ہوتے ہیں کہ عمومی عذاب گھٹ گئے۔ بارشیں برستی ہیں، رزق ملتا ہے، صحت ملتی ہے یہ کیا ہے؟ یہ سب رحمت الٰہی ہے۔ لیکن قرآن سے رحمت حاصل کرنے کی شرط ہی ایمان ہے۔ قرآن رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ہے۔ اب جو رحمت دنیاوی زندگی کی صورت میں کسی نے حاصل کر لی وہ مقصد تو نہیں تھا۔ یہ دنیا

کی زندگی تو ختم ہو جائے گی۔ اگر دولت تھی، رہ جائے گی اگر اقتدار ہے، رہ جائے گا۔ حکومت تھی، رہ جائے گی۔ حقیقی رحمت اس نے پائی جس نے دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی رحمت پائی۔ ایمان کے ساتھ اتباع شرط ہے۔ ایمان سے مراد ہی اتباع ہوتا ہے۔ ایمان ماننے کو کہتے ہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں یہ قلم مجھے پکڑا دیں آپ کہتے ہیں جی آپ کی بات مان لی لیکن پکڑاتے نہیں ہیں تو کیا اسے ماننا کہیں گے؟ ماننا یہ ہوگا کہ آپ مجھے پکڑا دیں خواہ زبان سے نہ کہیں میں نے مانا لیکن عملاً آپ نے مان لیا۔ قرآن جب ایمان کے ماننے کی بات کرتا ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ جو حکم دیا جا رہا ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ جہاں سے روکے گا رک جائیں گے جہاں سے حکم دے گا وہ کریں گے۔ رہے اختلافات تو قرآن کے بعد بھی اگر وہ اس پر قائم ہیں یا اس سے پہلے تھے تو فرمایا اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ بِحُکْمِہٖ اے میرے محبوب ﷺ! فکر نہ کریں۔ آپ ﷺ کا پروردگار اپنی عدالت میں اس کا فیصلہ کر دے گا۔ جس کا جو جی چاہے کہتا رہے پھر وہ اختلافات کا فیصلہ اپنے حکم سے اپنی عدالت میں کر دے گا۔ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ وہ غالب بھی ہے جو چاہے وہ کر سکتا ہے اور ہر بات کو جانتا بھی ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ فیصلہ کرنے کے لئے دو ہی چیزوں کی ضرورت ہے کہ حالات و واقعات سے پوری طرح باخبر ہو اور وہ اپنا فیصلہ نافذ کرانے کی طاقت رکھتا ہو۔ جو فیصلہ کرے وہ مانا جائے۔ فرمایا اللہ ایسا ہے جو غالب ہے جو فیصلہ دے گا مانا بھی جائے گا اور ماننا بھی پڑے گا۔ وہ ہر چھوٹی بڑی بات سے واقف ہے اور آپ کا کام یہ ہے کہ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اللہ پر بھروسہ کریں اس لئے کہ اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ آپ واضح حق پر ہیں۔ جو حق پر ہو اسے اللہ پر بھروسہ کر کے اپنا کام کرنا چاہیے ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں نہیں الجھنا چاہیے۔ اس نے یہ کیا، اس نے وہ کیا، میں اس کی ٹانگ توڑ دوں گا، میں اس کا ناک کاٹ لوں گا، میں اس کو قتل کر دوں گا، میں اس کو ماردوں گا۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ تمہارا کام ہے اللہ کے احکام کا اتباع کرنا، دین پر عمل کرنا، دین دوسروں تک پہنچانا اور زندگی اس میں صرف کر کے چلے جانا۔

میں نے کوئی ارادتاً یہ آیہ کریمہ منتخب نہیں کی۔ اللہ کریم کی طرف سے یہی آیہ کریمہ آ گئی۔ میں نے قرآن کھولا اس میں چند باتیں میں آپ احباب کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ پرانے لوگ خال خال رہ گئے اور بے شمار نئے لوگ آ گئے جو حقائق سے، تاریخ سے واقف نہیں ہیں۔ میری یہ دو تین باتیں بڑے غور سے بڑی توجہ سے سن لیجئے یہ جو آیہ کریمہ میں نے عرض کی ہے جو کچھ اس میں ارشاد فرمایا گیا ہے یہی تصوف ہے یعنی امور دین میں اختلاف نہ کرے بلکہ جو حکم اللہ اور اللہ کے رسول کا ہے اس پر اپنے پورے خلوص سے عمل کرنے کی کوشش کرے۔ دین سے دنیا حاصل نہ کرے۔ اپنی عبادات کو، اپنے وظائف کو، اپنے مراقبات کو حصول دنیا کا ذریعہ نہ بنائے کہ میں تو بڑا پارسا ہوں اس لئے تم لوگ مجھے پیسے دو تم پر واجب ہے کہ تم مجھے روپے دو۔ تم پر واجب ہے میرے گھٹنے چومو، تم پر واجب ہے کہ میرے ہاتھوں کو بوسے دو، تم مجھے کندھوں پر اٹھائے پھرو۔ یہ نہ کریں۔ بدترین مخلوق وہ شخص ہے جو دین کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے جیسے یہاں بنی اسرائیل کا ذکر ہوا۔ اگر اس آیت کا مفہوم پنجابی میں عرض کروں تو مفہوم یہ بنتا ہے" لبھیاں دے نال

اسی آپ نبڑلے ساں'، تو یہ ہمیں کیوں بتایا جارہا ہے ہم تو بنی اسرائیل نہیں۔ بتایا اس لئے جارہا ہے کہ وہ بھی ایک نبیؑ کی اُمت تھے۔ انہوں نے دین کو حصول دنیا کا ذریعہ بنایا، ہم ان سے نبٹ لیں گے۔ اگر تم کرو گے تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا۔ کبھی بھول کر بھی دین کو دنیا کا ذریعہ نہ بناؤ۔ حالانکہ مجھے تلخ تجربہ ہے۔ کتنے لوگ ملازمت میں ہیں ان سے غلطی ہوجاتی ہے یا کام صحیح نہیں کرسکتے کہیں کوئی ان کے خلاف کوئی غلط رپورٹ بھیج دے تو کہتے ہیں جی میں بس اللہ اللہ کرتا تھا اس لئے میرے خلاف رپورٹ آگئی۔ یہ نہیں کہتے میں نے غلطی کی تو میرے خلاف آئی لیکن الزام اللہ اللہ پہ آجاتا ہے۔ کہتے ہیں میں نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اور میں نمازیں پڑھتا تھا۔ جبکہ سچ یہ ہے کہ تم اپنا کام صحیح کرتے تو داڑھی پر تو کسی نے رپورٹ نہیں لکھنی تھی، کارکردگی پر لکھنی تھی۔ اس نے تمہاری داڑھی پر رپورٹ نہیں لکھی، تمہارا کام صحیح نہیں ہے۔ اگر انہیں کوئی انعام ملتا ہے تو کہتے ہیں میں نے یہ کیا مجھے انعام ملا ہے۔ اگر کوئی ان کے خلاف رپورٹ آتی ہے تو وہ الزام دین پہ آجاتا ہے۔ جی میں نمازیں پڑھتا ہوں میں نے داڑھی رکھی ہے اس لئے ایسے ہوگیا۔ اور ہم نے ساری زندگی یہ تماشا دیکھا ہے اور یہ بالکل غلط ہے۔ دین سے، اللہ کی عبادت سے عزت ملتی ہے، رسوائی نہیں ملتی۔ یہ الگ بات کہ اگر ہم دین کو دین نہ سمجھیں اسے حصول دنیا کا ذریعہ بنالیں تو پھر اتنی رسوائی اور کہیں نہیں ملتی جتنی اس سے ملتی ہے۔ اگر کسی ساتھی کو امیر بنادیا جاتا ہے، اگر کسی ساتھی کو ذمہ دار بنادیا جاتا ہے، صاحب مجاز بنادیا جاتا ہے تو اسے یہ احساس ہونا چاہیے کہ ذمہ داری بڑھ گئی۔ پہلے اپنا جواب دینا تھا۔ اب جو متعلقین ہیں ان کی جوابدہی بھی ہوگی اور ان کے کردار کا اثر میری دنیاوی زندگی پر بھی پڑے گا اور اخروی زندگی پر بھی پڑے گا۔ اگر صاحب مجاز اپنی طرف سے پورے خلوص سے صحیح کام کررہا ہے تو پھر جو نہیں مانتا اس کا وبال اس پر نہیں آئے گا لیکن اگر یہ اپنے کام میں کوتاہی کررہا ہے اور اس کی کوتاہی کی وجہ سے لوگوں کا کردار خراب ہورہا ہے تو پھر اسے جواب دینا مشکل ہوجائے گا۔ یہی حال والدین کا ہوتا ہے کہ والدین اولاد کی پرورش کرتے ہیں تو اس کا اثر ان کی آخرت پہ پڑتا ہے۔ مرنے کے بعد دنیا کی زندگی تو ختم ہوگئی لیکن دو چیزیں قبر میں بھی پہنچتی رہتی ہیں ایک، جو دنیا میں کوئی ایسا کام کرگیا جو اس کے بعد بھی جاری ہے۔ کوئی نیکی کی، وہ بعد میں بھی ہورہی ہے، اس کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ کوئی برائی ایجاد کی اور اس کے بعد بھی اس پر عمل ہورہا ہے تو اس کا عذاب ملتا رہتا ہے کہ یہ تم نے ایجاد کی تھی اسے اب بھگتتے رہو۔ دوسرے، اولاد، اولاد نیکی کرتی ہے تو والدین کو قبر میں ثواب ملتا رہتا ہے۔ برائی کرتی ہے تو جانچ ہوتی ہے کہ کیا والدین نے اولاد کی تربیت کی تھی، اپنی طرف سے حق ادا کیا تھا۔ پھر اس برائی کا عذاب ان کو نہیں ہوگا اگر اسے آشنا ہی نہیں کیا بلکہ برائی سکھا کر چلے گئے تو مرنے کے بعد بھی ان دو چیزوں کا یا ثواب یا عذاب انہیں قبر میں بھی بڑھتا اور پہنچتا رہتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ دین میں بھی امام بن جاتے ہیں، علماء بن جاتے ہیں، پیشوا بن جاتے ہیں یا شیخ بن جاتے ہیں، صاحب مجاز بن جاتے ہیں اگر وہ تربیت میں کمی کریں گے تو جو گناہ بعد میں ہوگا عذاب اس کا بھی پہنچتا رہے گا۔ اور اگر تربیت کا حق ادا کریں گے تو اللہ اس کا انہیں بے پناہ اجر دے گا۔ یہ بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔

میں تو ایک عام دیہاتی، قبائلی مزاج کا آدمی تھا۔ ہمارے خاندان میں تو دور دور تک نہ کوئی پیر، نہ عالم، نہ شیخ، نہ کوئی ایسا دیندار خاندان تھا۔ اور فوجی خاندان تھا اور مجھے کبھی وہم بھی نہیں تھا بلکہ میں نے حضرت جی سے عرض کیا تھا جب ہمارے کچھ ساتھی خلافت کی باتیں چھیڑے رکھتے تھے حضرت کے آخری ایام میں، تو مجھ سے حضرت نے مشورہ لیا تو میرے سامنے قرآن مجید ہے میں منبر پہ بیٹھا ہوں مسجد میں باوضو تو میں نے عرض کیا تھا حضرت میرا مقصد اپنی اصلاح تھا اس کے لئے آپ کی خدمت میں آیا۔ پچیس سال الحمدللہ رفاقت رہی اللہ کا احسان ہے اگر کوئی خوبی ہے تو آپ کی صحبت کی وجہ سے ہے، کمی ہے تو وہ میری ذات کی ہے۔ مقصد اصلاح تھا وہ ہوئی تو بہت اچھی بات ہے نہیں ہوئی تو کوشش تو کی۔ پیر بننا مقصد نہیں تھا نہ پیر ہوں نہ پیر بننا چاہتا ہوں جسے چاہیں آپ جماعت کی باگ ڈور دے جائیں۔ ہمارا کام ہے جس طرح آپ کی خدمت کرتے رہے اسی طرح اس شخص کی بھی خدمت کرتے رہیں گے۔ اللہ کو منظور تھا حضرت جیؒ کے مزار پر تمام جماعت کے سامنے ساتھیوں کی موجودگی میں حضرتؒ نے یہ ذمہ داری لگا دی۔ یہ آسان کام نہیں ہے اور میں جانتا ہوں کہ جتنے خواتین مرد وزن بیعت ہوئے ہیں ان سب کے ساتھ مجھے قیامت میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ میرے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ جو میرے ذمے ہے وہ میں ادا کرتا رہوں اگر اس میں کوتاہی کی تو ان کو شاید تھوڑی سزا ملے اور مجھے زیادہ ملے۔ پیر اور شیخ کیا ہوتا ہے جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امتوں کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا۔ وہ تو اللہ کے محبوب اور مقرب بندے ہیں انہوں نے تو اپنا حق ادا کر دیا ان کا تو بگڑے گا کچھ نہیں لیکن ہم تو کمزور لوگ ہیں تربیت کا حق ادا کر بھی پائے یا نہیں۔ تو کوئی صاحب مجاز، کوئی امیر دوسروں پہ مسلط نہیں ہو جاتا۔

یہ باتیں نوٹ کرتے جایئے۔ تیسری بات اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:3) حجۃ الوداع پہ اللہ کریم نے یہ آیہ مبارکہ نازل فرما کر مہر لگا دی کہ آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا گیا۔ دین کیا ہے، قرآن کیا ہے، حدیث کیا ہے؟ قرآن اللہ کی کتاب ہے لیکن مخلوق تک محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے پہنچا اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ قرآن ہے اس لئے ہم مانتے ہیں یہ قرآن ہے۔ حدیث اسی قرآن کی تفسیر ہے۔ جب اللہ نے یہ آیہ کریمہ قرآن میں نازل کر دی کہ دین مکمل ہو گیا تو صحابہ کرامؓ کو بڑی خوشی ہوئی جب میدان عرفات میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو وہ بڑے خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارکیں دیں۔ انہوں نے بالآخر سوچا کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو مبارک دینی چاہیے وہ کہاں ہیں۔ تو وہ سامنے نہیں تھے۔ تلاش کیا تو اپنے خیمے میں ملے اور وہاں بیٹھے زار و قطار رو رہے تھے۔ عرض کیا گیا کہ یا صدیق آپ رو رہے ہیں؟ یہ تو خوشی کا موقع ہے دین مکمل ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا یہ تو درست ہے الحمد للہ دین مکمل ہو گیا لیکن میں اس بات پہ رو رہا ہوں کہ یہ دنیا اس قابل نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ اس میں جلوہ افروز رہیں۔ حضور ﷺ یہی دین پہنچانے کے لئے یہاں تشریف لائے اگر یہ مکمل ہو گیا تو میں اس لئے رو رہا ہوں کہ حضور ﷺ دنیا سے پردہ فرما جائیں گے اور وہی ہوا اس آیہ کریمہ کے نزول کے اسی، بیاسی، بچاسی روز کے اندر اندر حضور ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے اب اس کے بعد کوئی شخص

یہ کہتا ہے کہ مجھے بارگاہِ رسالت ﷺ سے یہ حکم ملا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ آپ کا حکم دین ہے جو حضور ﷺ فرمائیں وہ دین ہے اور دین مکمل ہو گیا۔ کوئی نئی بات دین میں نہیں آئی۔ جنہیں فناء فی الرسول ﷺ حاصل ہوتا ہے اور بارگاہ نبوت کی حاضری نصیب ہوتی ہے انہیں تو بات کرنے کی جرأت نہیں رہتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی ایسا وقت آیا کہ کس کو خلیفہ بنایا جائے سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی باری بھی، پھر فاروق اعظم ؓ کی دفعہ بھی اور ان کے بعد بھی، تو کیوں نہ خلافت کا مسئلہ انہوں نے کشفاً حل کروالیا؟ اگر ولی اللہ فناء فی الرسول ﷺ ہو سکتا ہے تو وہ تو صحابیؓ تھے ساری عمر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزری تو انہوں نے کیوں نہیں روضہ اطہر سے حل کرا لیا؟ میاں! حضور ﷺ دین مکمل کر کے تشریف لے گئے حضور ﷺ نے جو اصول عطا فرمائے تھے، اس کے مطابق فیصلے ہونے تھے روضہ اطہر سے پوچھ کر نہیں ہونے تھے۔ حضور ﷺ کوئی کمی نہیں چھوڑ گئے تھے۔ آج اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں فناء فی الرسول ہوں میں کوئی مسئلہ پوچھ لوں گا تو اس کا مطلب ہے وہ مسئلہ حضور ﷺ نے زندگی میں بیان نہیں کیا تھا، رہ گیا تھا۔ رہ گیا تھا تو پھر دین مکمل کیسے ہوا؟ یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے اور یہ بڑی جرأت ہے کہ کوئی نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولے۔ الامان والحفیظ۔ جھوٹ تو ویسے ہی بہت بری شے ہے لیکن حضور کے نام پر کوئی بولے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ او کما قال رسول اللہ ﷺ (صحیح بخاری) جس کسی نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنی جگہ جہنم میں تلاش کرے۔ اس کے دوزخ جانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ اللہ کرنے والوں کو مشاہدہ ہوتا ہے، کشف ہوتا ہے، فناء فی الرسول ﷺ میں بارگاہ رسالت کی حاضری ہوتی ہے لیکن وہ کوئی نیا حکم لینے کے لئے نہیں برکات وصول کرنے کے لئے، دل میں خلوص پیدا کرنے کیلئے، انوارات وبرکات کے حصول کے لئے ہوتی ہے دین وہی ہے جو حضور ﷺ ارشاد فرما کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ پھر دوسری بات جنہیں یہ نعمت نصیب ہے انہیں کشفاً کوئی حکم معلوم ہوتا ہے تو وہ اس کے پاس اللہ اور اللہ کے رسول کی امانت ہے۔ صاحب کشف کو کشفاً کوئی حکم معلوم ہوتا ہے تو اس کی پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کے جو ارشادات موجود ہیں، شریعت موجود ہے اس کے خلاف نہ ہو۔ اگر شریعت کے خلاف ہے تو اسے سمجھنے میں غلطی لگی ہے یا اسے شیطان نے القاء کیا ہے۔ وہ حضور ﷺ کی بارگاہ سے نہیں ہے یا مشائخ سے نہیں ہے پہلی بات تو یہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی ایسی بات سمجھ آتی ہے جو اس حد کے اندر ہے تو پھر وہ خود اس کا مکلّف ہے، دوسرے نہیں۔ وہ خود صاحب کشف اپنے کشف کا مکلّف ہے اگر شریعت کے اندر ہے دوسرے اس کے مکلّف نہیں چونکہ یہی ولی اور نبی میں فرق ہے کہ ولی اپنے کشف کا خود مکلّف ہے دوسرے نہیں اور جس کے کشف کے دوسرے مکلّف ہیں وہ نبیؑ ہوتا ہے۔ نبیؑ کو جو کشف ہوتا ہے ساری اُمت اس کے ماننے کی مکلّف ہے۔ ولی کو جو کشف ہوتا ہے وہ اس کی ذات کے لئے ہے دوسرا کوئی مکلّف نہیں۔ اگر دوسرا اس کو مانتا ہے تو پھر اس نے اس کو نبی مانا۔ جو ساتھی آئے روز کسی نہ کسی صاحب کشف کو پوچھتے رہتے ہیں کہ کشف کر کے بتاؤ میں یہاں

بیٹے کا رشتہ کروں یا نہ کروں، کشف کر کے یہ بتاؤ میری نوکری کا کیا ہوگا؟ اس کا مطلب ہے یہ صاحب کشف کو نبی مانتے ہیں اور یہ مرض عام ہے کہ اپنی عاقبت بھی برباد کرتے ہیں اور وہ جسے صاحب کشف بنایا ہوا ہے اس کی عاقبت بھی۔ پتہ نہیں اسے کیا نظر آتا ہے اور اسے کون بتاتا ہے اور اس میں ابلیس کی کارستانی ہے یا نفس کی کارستانی ہے؟ کتنی چیزیں ہیں جن کے بارے ہم سوچتے رہتے ہیں وہ متشکل ہو کے نظر آجاتی ہیں۔ کتنی باتیں جن کا وہم ہمارے دل میں ہوتا ہے، متشکل ہو کے نظر آجاتی ہیں۔ کشف سے مراد امور دنیا کے مسائل کا حل نہیں ہے، کشف سے مراد خلوص کا حصول ہے جو اتباع رسالت اور اطاعت الٰہی کے لئے ہو۔

تیسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھ پر اللہ کریم کا بڑا احسان ہے میں نے ساری زندگی دنیاوی اعتبار سے بڑے آرام سے گزاری ہے۔ اللہ کریم کا شکر ہے زندگی میں کبھی تختی یا کمی نہیں دیکھی اللہ مجھے ہمیشہ اچھا رزق، اچھی رہائش اور بے شمار نعمتیں عطا کرتا رہا ہے۔ جماعت کو میں نے کبھی معاش کا ذریعہ نہیں بنایا اور نہ اللہ نے مجھے ضرورت پیدا کی ہے بلکہ اللہ کریم نے مجھ سے جماعت کی خدمت لی ہے، اللہ نے مجھے یہ سعادت دی ہے۔ میں جب حضرت جیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا تو جماعت نہیں تھی ہم تین چار ساتھی ہوتے تھے بلکہ حضرتؒ عام آدمی کو حلقے میں لیتے بھی نہیں تھے۔ اس کے دو تین سال بعد جماعت کی بنیاد رکھی گئی۔ -الحمدللہ یہ سعادت میرے حصے میں آئی۔ میرے گھر میں میرے ڈیرے پہ بنیاد رکھی گئی۔ اکسٹھ باسٹھ سے یہ شروع ہوئی پھر اس کے بعد جماعت بڑھنا شروع ہوئی۔ 1980-82ء تک دارالعرفان منتقل ہونے تک ہر سال کے اجتماعات میرے پاس ہوتے تھے اور اس اجتماع کے لئے کسی سے کچھ نہیں لیا جاتا تھا۔ اللہ کریم کے دیئے ہوئے میں سے سارا خرچ میرا ہی ہوتا تھا۔ کسی اجتماع پر کسی ساتھی سے کوئی مدد نہیں لی جاتی تھی۔ جب یہ دارالعرفان بن گیا یہاں اجتماع منتقل ہو گیا تب ساتھیوں کو اجازت دی گئی، تب سے لے کر آج تک کسی پر Compulsion نہیں ہے ضروری نہیں ہے جو آئے پیسے دے یہ ضروری نہیں ہے۔ ساتھیوں کو یہ اجازت دی گئی کہ جو دینا چاہے لنگر میں دے تو الحمدللہ ساتھیوں نے اپنا بوجھ اٹھا لیا۔ لنگر خود کفیل ہو گیا لیکن اللہ نے مجھے اس سعادت سے محروم نہیں کیا یہاں بھی سارا سال جو غلہ استعمال ہوتا ہے وہ اللہ کریم میرا قبول فرماتا ہے۔ اجتماعات میں جو گوشت یہاں ملتا ہے وہ اللہ کریم مجھے توفیق دیتا ہے میں اپنے جانور ذبح کر کے دیتا ہوں۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ میری ذاتی کمائی میں سے میں کچھ حصہ ادارے کو دیتا رہوں کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ آخرت میں یہی کام آئے گا۔

ابھی تعمیر مسجد کا قصہ تھا اس سے پہلے بھی جو مسجد کی زمین تھی الحمدللہ میں نے دی اللہ نے قبول فرمائی۔ اس کے بعد اسکی ایکسٹینشن کے لئے جو زمین کا مسجد میں اضافہ ہوگا میں نے اپنی ذاتی زمین میں سے کم از کم تیس لاکھ کی زمین وقف کر دی ہے۔ مزید بیس لاکھ نقد سے یہ میں نے سامنے والا پلاٹ خریدا ہے اور ادارے کو دے دیا ہے۔ دس لاکھ میں نے نقد مسجد فنڈ میں دیئے ہیں۔ میں نے کوئی ساٹھ لاکھ روپے پچھلے تین چار مہینوں میں اپنے پاس سے ادارے کو دیا ہے۔ تو پھر میرے لئے کسی کو چندہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی میرے نام پہ ساتھیوں سے چندہ کرے کہ

حضرت کو پیسے چاہئیں، آپ پیسے دے دیں تو یہ سراسر غلط ہے۔ دارالعرفان تو ہمارا مرکز ہے، یہاں تو ہمارا جینا مرنا ہے مجھ پہ اللہ کا احسان ہے کہ میری تو جہاں جہاں زمینیں ہیں میں نے تو وہاں وہاں بھی مساجد کھڑی کر دیں ہیں۔ مجھ سے میرے چھوٹے بیٹے نے ایک دن پوچھا بھی کہ ابو جی جہاں جہاں زمینیں ہیں وہاں وہاں مسجد بنادی۔ میں نے کہا بیٹا زمینیں آپ کو چلی جائیں گی میرے حصے میں تو یہی مسجد آئے گی۔ تو کوئی صاحب مجاز، کوئی امیر، میرے نام پہ چندہ کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ ادارے کے جتنے حسابات ہیں ان کے اکاؤنٹ نمبر ہیں۔ الفلاح فاؤنڈیشن ہے جو غریب غرباء پہ خرچ ہوتا ہے، ساتھیوں پہ خرچ ہوتا ہے جو ساتھی نہیں بھی ہیں، غریب مستحق ہیں ان پہ خرچ ہوتا ہے۔ اس کا اکاؤنٹ نمبر ہے، زکوٰۃ کا اکاؤنٹ نمبر ہے، دارالعرفان کا اکاؤنٹ نمبر ہے۔ مسجد کے جو فنڈز آتے ہیں مسجد کا الگ اکاؤنٹ نمبر ہے۔ جسے Donate کرنا ہو تو مجھے دینے کی بجائے ادارے سے اکاؤنٹ نمبر لے جائیں براہ راست اکاؤنٹ میں جمع کروائیں۔ بعض ساتھیوں کو زبردستی سود مل جاتا ہے جسے ہم ریڈ منی (Red Money) کہتے ہیں اور یہ لیٹرینیں وغیرہ اور ان کی مرمت، ان کی نالیاں اور گندے پانی کا اخراج اس پر سود خرچ کیا جاتا ہے اس کا کوئی اکاؤنٹ نمبر نہیں ہے وہ یہ لوگ دستی رکھتے ہیں یہاں شائد نواز صاحب کے پاس، محمد خان صاحب کے پاس ہوتا ہے۔ پائی پائی کا حساب ہوتا ہے۔ اللہ کریم مجھے بے پناہ رزق دیتا ہے میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ میں اپنا حصہ دوسروں سے زیادہ ادارے میں ڈالوں۔ تو کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ میرے نام پر ساتھیوں سے چندہ کرے اور کہے کہ حضرت کو ضرورت ہے پیسے دو۔ اگر میں نے ہی لوگوں سے مانگ کر کھانا ہے تو پھر لوگوں کو میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے، مجھ سے کیا سیکھیں گے؟ گدا گر کسی کو کیا سکھائے گا۔ جانور اور چرند پرند اپنی روزی پیدا کر لیتا ہے اپنے بچے پال لیتا ہے۔ وہ شخص کیسے شیخ ہو سکتا ہے جو اپنے بچے نہیں پال سکتا، جو اپنی روزی بھی نہیں کما سکتا۔ اللہ نے مجھے زمینیں دی ہیں، سارا سال میرا کام جاری رہتا ہے اس کے ساتھ سینکڑوں لوگوں کا روزگار وابستہ ہے۔ اس کے ساتھ کول مائننگ کا بزنس ہے میں کب سے ففٹیز (50's) سے کر رہا ہوں اور تب سے میں انکم ٹیکس ادا کرنے والا ہوں۔ اور مجھ پر اللہ کا احسان ہے، الحمد اللہ، اللہ کریم نے بے شمار نعمتیں دی ہیں، اللہ کا احسان ہے ہاں انسان ہوں ساتھیوں کے ساتھ لین دین بھی ہوتا ہے کبھی مجھے ادھار بھی لینا پڑتا ہے پھر میں لوٹا دیتا ہوں کبھی کوئی مجھ سے بھی ادھار لے لیتا ہے پھر لوٹا دیتا ہے۔ میں بھی انسان ہوں میری بھی ضرورتیں ہیں لیکن میں چندے نہیں کرتا اور جو میرے نام پر چندہ کرتا ہے وہ مجھ تک نہیں پہنچتا وہ اس شخص کی اپنی ذمہ داری ہے چونکہ میں کسی سے چندے کی چیز بھی نہیں لیتا۔ بعض ساتھی چیزیں دیتے ہیں تحفتاً دیتے ہیں ان کی محبت ہے ان کا پیار ہے لیکن ایک بات یاد رکھیں کوئی مجھے کروڑوں روپیہ بھی دے دے اور کوئی ایسا غریب آجائے جو مجھ سے کرایہ بھی مانگ کر چلا جائے تو برکات استعداد پر نصیب ہوتی ہیں، کروڑ روپیہ دینے پہ نہیں۔ جتنا جس میں خلوص ہوگا، جتنی جو محنت کرے گا اتنی برکات پائے گا۔ وہ غریب ہے یا امیر اس نے مجھے تحفے دیئے یا نہیں۔ بڑی عجیب بات ہے میرے سامنے قرآن مجید ہے مجھے کبھی یاد بھی نہیں ہوتا کہ کس نے

مجھے کیا تحفہ دیا ہے نہ میں یاد رکھنا چاہتا ہوں۔ نہ میں نے کبھی غور ہی کیا ہے، کوئی دیتا ہے محبت سے دیتا ہے تو اس کا اجر اسے اللہ دے گا۔ وہ اللہ کے پاس حساب ہے۔ کوئی نہیں دیتا تو کوئی فرق نہیں ہوتا کہ یہ تحفہ لایا یہ نہیں لایا۔ کبھی آپ نے محسوس کیا؟ ایسے غریب بھی آجاتے ہیں جن کے پاس واپسی کا کرایہ نہیں ہوتا وہ ادارے سے کرایہ لے جاتے ہیں برکات وہ بھی لے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ کوئی سوداگری کی دکان نہیں ہے کہ جو پیسے دے گا سودا لے جائے گا۔ یہاں تو زرِ نقد خلوص ہے، جتنا خلوص جس میں ہوگا جتنی جو محنت کرے گا اتنی وہ لے جائے گا۔ ذمہ داران سے امراء اور صاحب مجازین صاحبان سے میری یہ گذارش ہے کہ آپ سلسلے کی تاریخ کو دیکھ لیں جب جس نے سلسلے کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بنایا سلسلے سے چلا گیا۔ جتنے لوگ سلسلے سے خارج ہوئے سب کی یہی وجہ تھی۔ میرے سامنے تو سب کا حال ہے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو جماعت بننے سے پہلے بھی حلقے سے نکل گئے۔ سب کی وجہ ایک ہی تھی کہ انہوں نے دین کو اپنی انا کا ذریعہ بنایا۔ بعض نے اپنے آپ کو مقدس سمجھ لیا اور بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے دنیا نہیں لی لیکن اپنے آپ کو بہت مقدس سمجھ لیا۔ اُن سے بھی توفیق چلی گئی اور بعض نے حصولِ دنیا کا ذریعہ بنایا اور سلسلے سے محروم ہو گئے۔ آئندہ بھی جو کرے گا محروم ہو جائے گا۔ سلسلے سے چلے گئے تو کیا کرتے ہیں، کیا نہیں کرتے اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم محاسب نہیں ہیں کہ کسی کا محاسبہ کرتے رہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ جو سلسلے میں ہے جس میں طلب ہے اس کی خدمت کرنا ہے جو چھوڑ کے چلا گیا وہ جانے اس کا رب جانے اللہ بہتر جانتا ہے اسے معاف کردے تو ہم کون ہوتے ہیں اور معاف نہ کرے تو ہماری کیا جرأت ہے۔ سب کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ ہماری طرف سے اللہ سب کو معاف کردے ہمیں کیا اعتراض ہے۔ اللہ کے آگے ہماری کیا حیثیت ہے کہ کسی کی بات کریں لیکن کوئی یہ کہہ دے کہ میں فلاں کے لئے بارگاہ نبوت ﷺ سے معافی لے آیا ہوں تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ بارگاہ نبوت ﷺ کے حوالے دے کر لوگوں کو احکام سنانا، یہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات پہ جھوٹ بولنے کے مترادف ہے۔ کسی ولی کا کشف دوسرے کو بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر بطور تحدیث نعمت کسی ایسے بندے کو جو صاحب استعداد ہے بیان بھی کرتا ہے تو اس پر ماننا ضرور نہیں۔ چونکہ ولی کا کشف اگر شریعت کی حدود کے اندر ہے تو وہ خود ماننے کا مکلف ہے اور خود بھی اگر اس کو نہیں مانتا تو اس پہ آخرت کا محاسبہ نہیں ہوگا، دنیاوی نقصان ہوگا۔ صاحب کشف کو، ولی کو جو کشف ہوتا ہے اگر وہ شریعت کے مطابق ہے اور اس پر وہ عمل نہیں کرتا تو ہوسکتا ہے دنیا کا کوئی نقصان ہو جائے، آخرت کا جرم نہیں ہے، آخرت کا محاسبہ نہیں ہوگا۔

سومیاں! یہ باتیں نوٹ کر لیجئے۔ جو حاضر ہیں وہ نوٹ کر لیں۔ جو نہیں ہیں ان کے لئے، آپ کے پاس یہ میری امانت ہیں، ان تک پہنچا دیجئے۔ ہمارے اور بڑے گناہ ہیں، جرائم ہیں ہم بہت وقت ضائع کرتے ہیں۔ کم از کم یہ جو سلسلے کی بات ہے ذکر اذکار کی بات ہے اسے خالص اللہ کے لئے رہنے دیں۔ اس میں ملاوٹ نہ کریں پہلے ہی ساری زندگی ہم ضائع کر رہے ہیں۔ کتنا وقت لگاتے ہیں ہم ذکر و مراقبات پر اور کتنی عمر ضائع کرتے ہیں خرافات میں۔ چند لمحے نصیب ہوتے ہیں اسے بھی خراب نہ کریں۔ اپنی بھی

آخرت کا خیال رکھیں اور میرا احیاء بھی رہنے دیں کہ کل فردا قیامت مجھے بھی ندامت نہ ہو اور آپ بھی سرخرو ہوں اور ان حدود و قیود کا خیال رکھئے۔ پہلی امتوں کے جو حالات قرآن نے بتائے ہیں ان کا جو حشر ہوا ہے وہ اصول ارشاد فرمائے ہیں۔ یہ صرف ان کے لئے نہیں ہیں۔ یہ قرآن قیامت تک کی انسانیت کے لئے ہے قرآن کا نزول خاص ہوتا ہے اور حکم عام ہوتا ہے۔ تو میری گزارشات کو نوٹ فرما لیجئے۔ یاد رکھئے اور ان پر عمل کیجئے اور کم از کم اس محفل ذکر کو خالص اللہ کے لئے رہنے دیں اسے حصول دنیا کا سبب نہ بنائیں، اپنی بڑائی کا سبب نہ بنائیں کہ انسان کوئی بڑا نہیں، عاجز و درماندہ مخلوق ہے۔ اگلا سانس آئے آئے نہ آئے نہ آئے۔ موت مقدم ہے زندگی سے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ (الملک:2) کوئی پتہ نہیں کون سا لمحہ آخری لمحہ ہو۔ مجھے یہ چند گذارشات اصلاح احوال کے لئے پیش کرنی تھیں۔ اللہ کرے اصلاح ہو۔ بیمار کو دودھ پلائیں تو کہتا ہے کڑوا ہے، کھانا دیں تو کہتا ہے بدمزہ ہے۔ کھانا یا دودھ کڑوا نہیں ہوتا اس کے منہ کا ذائقہ خراب ہوا ہوتا ہے۔ شائد کچھ لوگوں کو میری یہ باتیں بدمزہ لگیں لیکن یہ باتیں بدمزہ نہیں ہیں انہیں اپنا علاج کرنا چاہیے ان کے منہ میں تلخی ہوگی۔ ان کا اپنا ذائقہ بگڑا ہوا ہوگا۔ دعا یہ ہے کہ اللہ ہم سب کو سرخرو کرے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور کم از کم اپنے ساتھ تعلق، حضور ﷺ کی بارگاہ میں اور شیخ کی خدمت میں ہمارے تعلق کو خالص اور کھرا رکھے۔ اس پر زندہ رکھے اور اس پہ موت نصیب فرمائے۔ اپنے نیک بندوں کے ساتھ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ حشر نصیب فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین


## ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727


## قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

# حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ ۔۔۔ احوال و آثار

ڈاکٹر آصفہ اکرم (پی ایچ ڈی اسلامیات)

قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 15 جمادی الاول 1404ھ کو ہوا۔ اس مناسبت سے آپ کی حیات مبارکہ پر یہ مضمون پیش کیا جارہا ہے۔ مصنفہ نے آپ کی تصانیف پر ایک تحقیقی مقالہ بھی تحریر کیا ہے۔

قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ ایک تاریخ ساز شخصیت تھے۔ آپ ایک جید عالم، نا قابل شکست مناظر اور صوفی کامل کی حیثیت سے مشہور و معروف تھے۔ آپ کو متعدد علوم متداولہ میں کمال دسترس حاصل تھی، تفسیر، حدیث، فقہ و اصول فقہ، ادب ولغت، عربیت اور کلام وغیرہ تمام علوم دینیہ آپ کی توجہات کا خاص مرکز رہے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ مذاہب باطلہ کو بے نقاب کرنے میں گزرا۔ اس ضمن میں آپ کی نہایت گراں قدر تحقیقی تصانیف منظر عام پر آئیں، مثلاً تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین، الدین الخالص، ایمان بالقرآن، تحقیق حلال وحرام، الجمال والکمال اور نفاذ شریعت وفقہ جعفریہ وغیرہ۔ متذکرہ بالا کتب کے علاوہ حیات برزخیہ، حیات النبی ﷺ، اسرار الحرمین اور سیف اویسیہ آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔

آپ مجتہد فی التصوف اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بانی شیخ تھے۔ تصوف وسلوک کے نام پر جاری بدعات کو آپ نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور عامۃ المسلمین کو صحیح اسلامی تصوف سے روشناس کیا۔ اس موضوع پر آپ کی شہرۂ آفاق کتاب دلائل السلوک طالبین رشد و ہدایت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ آپ نے اپنی زیر نگرانی دارالعرفان منارہ کا قیام فرمایا۔ جو اب تعلیم و تربیت کے حوالے سے بین الاقوامی مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

آپ اُردو کے علاوہ عربی، فارسی، ہندی، گرمکھی اور سنسکرت زبان پر مہارت تامہ رکھتے تھے اس کمال کے باعث آپ کی تصانیف اور تحقیقی مقالات کی قدر و قیمت میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ ذیل میں آپ کے احوال و آثار قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں:

## خاندانی پس منظر:

حضرت مولانا اللہ یار خانؒ صاحب اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جن کے جد اعلیٰ محمد بن الحنفیہ تھے۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے صاحبزادے تھے۔ فرقہ کیسانیہ نے انہیں حضرت علیؓ کے بعد امامت وخلافت کا حقدار قرار دیا۔ محمد بن الحنفیہ کی اولاد میں سے ساہو خان اور قطب شاہ نے افغانستان ہرات کے قلعہ پر قبضہ کیا اور پھر سلطان محمود غزنوی کے سپہ سالاروں میں شامل ہو گئے۔ سومنات کے حملہ میں ملک ساہو خان، قطب شاہ اور مسعود غازی نمایاں سالار تھے۔ مسعود غازی سومنات کے حملہ میں شہید ہو گئے اور قطب شاہ واپسی پر کالا باغ ضلع میانوالی میں مقیم

ہوئے اور ان کی اولاد کوہستان نمک میں بہت پھیلی۔ اضلاع چکوال وخوشاب اعوان خاندان کا مرکز رہے ہیں جس میں نامور سپہ سالار، غیور و بہادر سپاہی، نابغہ روزگار علماء، صلحاء، دانشور، ادیب، شعراء، صوفیائے کرام اور اولیائے کرام پیدا ہوئے ہیں۔ سلطان العارفین محمد شال وسلطان العارفین سلطان باہو اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ایسی ہی ایک نابغہ روزگار ہستی کا نام حضرت مولانا اللہ یار خانؒ ہے جن کے بارے میں خطیب اعلیٰ بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:

جس طرح ملک ساہو خان، قطب حیدر اور سالار غازی مسعود نے سلطان محمود غزنوی کے ساتھ مل کر سومنات فتح کیا، ان کی اولاد میں حضرت مولانا اللہ یار خانؒ اور مولانا محمد اکرم اعوان نے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا۔ صدیوں بعد اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اویسی سلسلہ کے مجدد حضرت مولانا اللہ یار خانؒ صاحب ظہور پذیر ہوئے۔

**نام ونسب:**

مولانا ۱۳۲۳ - ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۴ء کو موضع چکڑالہ ضلع میانوالی کے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ذوالفقار تھا جو خاندان کے دیگر افراد کی طرح کاشتکاری کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ والدہ کا نام عالم خاتون تھا۔ آپ کا خاندان چکڑالہ کے شمال میں اڑھائی تین میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹے سے ڈیرے پر قیام پذیر تھا۔ جہاں پر آپ کا بچپن کھیتی باڑی کے امور میں والد کا ہاتھ بٹاتے ہوئے گزرا۔ سنت انبیاء کی پیروی میں بکریاں چرانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ بچپن ہی سے صالح فطرت کا عکس آپ کی شخصیت میں نمایاں تھا۔ فرمایا کرتے تھے: جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے حقہ، سگریٹ جیسی تمام خرافات سے محفوظ رہا۔ نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ ہر برائی سے اللہ نے میرے دل میں نفرت پیدا کر دی تھی اور اسلام کی محبت کا جذبہ میرے دل میں موجزن تھا۔

**تعلیم وتعلم:**

پانچویں تک کا نصاب نہایت قلیل عرصہ میں ختم کرنے کے بعد آپ نے دیگر علوم مروجہ کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ اس دور میں باقاعدہ مدارس نہیں تھے۔ کسی گاؤں میں کسی فن میں کمال رکھنے والے استاد کے پاس جا کر طلباء وہ فن سیکھتے، ان کتابوں کی تکمیل کے بعد کسی اور کے پاس حاضر ہو جاتے۔ آپ نے بھی علم کی جستجو میں مسجد خواجگان ڈلوال، چکوال کے قریب لتے والا موہڑہ، لنگر مخدوم کے قریب چک نمبر ۱۰ بھلوال جیسی کئی جگہوں پر رہ کر صرف ونحو، فلسفہ ومنطق، علوم عربی وفارسی کی نہ صرف تحصیل کی بلکہ ان میں کمال حاصل کیا۔

**مدرسہ امینیہ میں:**

مختلف اساتذہ سے استفادہ کے بعد آپ مدرسہ امینیہ دہلی دورۂ حدیث کیلئے تشریف لے گئے۔ اس مدرسہ کی کفالت و سرپرستی مفتی کفایت اللہ صاحب فرما رہے تھے۔ ریشمی رومال تحریک کی وجہ سے وہاں کے اساتذہ یا تو قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے تھے یا ملک بدر کر دیئے گئے تھے اور جو انگریز کی دست برد سے بچ رہے ان میں سے اکثر مدرسہ امینیہ میں تعلیم وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے جن کی علمی قابلیت سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا۔

**علم طب کا حصول:**

علوم دین کی تکمیل کے بعد آپ نے علم طب کی کتابیں پڑھیں اور چھ ماہ کے عرصہ میں اس میں خوب مہارت حاصل کر لی۔ آپ کے رفقاء کا کہنا ہے کہ آپ کی تشخیص درجہ کمال کی تھی۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے:

اگر میں طب کو بطور پیشہ اپناتا تو بڑا کامیاب حکیم ہوتا۔

۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۳ء تک سات آٹھ سال کے قلیل عرصہ میں آپ نے اپنی تعلیم مکمل فرمائی۔

## تحصیل علم۔ چند نمایاں خصوصیات:

تحصیل علم میں آپ کی چند نمایاں خصوصیات قابل ذکر ہیں: اللہ کریم نے آپ کو بلند پایہ ذہانت اور حافظہ کی بے پناہ قوت سے نواز رکھا تھا۔ استاد محترم سے سبق ایک مرتبہ سنتے ہی از بر ہو جاتا۔ دہرانے کی ضرورت شاذ و نادر ہی پیش آتی۔ کبھی کبھار طلبہ کے ساتھ مل کر دہراتے تو انہیں گمان ہوتا کہ آپ نے ساری کتابیں پہلے ہی پڑھ رکھی ہیں۔ اب تو محض دہرائی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس خصوصی نعمت کی وجہ سے آپ نے کسی استاد کے پاس چھ ماہ سے زائد عرصہ نہیں گزارا۔

آپ کے مزاج میں تحقیق و جستجو کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جب تک سبق کی گہرائی میں نہ پہنچ جاتے استاد صاحب کو آگے نہ بڑھنے دیتے۔ حدیث جبرئیل کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا:

"گھنٹہ یا دو گھنٹہ میں نے استاد صاحب کو آگے نہیں بڑھانے دیا جب تک صحیح مسئلہ کو سمجھ نہیں لیا۔"

کتب بینی کی عادت کا یہ حال تھا کہ کہیں بھی سفر پر تشریف لے جاتے تو چند کتب ساتھ ضرور ہوتیں۔ فرصت ملنے پر کتاب کا مطالعہ فرمانے لگتے۔ اچھی بھلی موٹی کتاب نصف صبح اور نصف شام پڑھ کر ختم کر دیتے۔ علماء سے آپ کو یہ شکوہ ہمیشہ رہا کہ نہ تو یہ لوگ مطالعہ کرتے ہیں نہ ہی باطل عقائد و نظریات کا علم سیکھتے ہیں۔

حافظ غلام قادری صاحب کا بیان ہے:

آخر عمر تک ساتھیوں میں سے کوئی بیرون ملک جاتا تو وہاں سے ملنے والی کتابوں کے نام دیتے۔ ایران عراق کوئی جائے یا یورپ کتابوں کی تلاش اس کا پہلا کام ہوتا۔ کراچی اپنے قیام کے دوران نور محمد کارخانہ تجارت والوں سے کتنی کتابیں خود میری معرفت آپ نے منگوائیں۔

مختلف رفقاء کے نام لکھے گئے آپ کے خطوط سے بھی حافظ صاحب کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

آپ کی ذاتی لائبریری میں ہر مذہب و عقیدت کی کتابیں موجود ہوتیں۔ ہندوؤں کے وید، انجیل کے نسخے، مرزائیوں کی کتابیں اور شیعہ عقائد پر تو بے پناہ کتب آپ کی ذاتی لائبریری میں موجود تھیں۔ برصغیر پاک و ہند میں اتنی بڑی ذاتی لائبریری شاید ہی کسی کے پاس ہو جس میں کتب کی قیمت کا اندازہ کئی لاکھ روپے ہے اور جو کئی ہزار نادر و نایاب کتب پر مشتمل ہے۔ ترجمہ کی بجائے آپ اصل زبان میں کتاب پڑھنا پسند فرماتے۔ اس لیے عربی زبان میں اکثر کتب موجود ہیں۔ عربی اور فارسی زبان کے علاوہ گرمکھی اور ہندی زبان بھی آپ نے سیکھی تاکہ ہندوازم کا مطالعہ بھی کر سکیں۔ لائبریری میں کام کے دوران میں نے ذاتی طور پر مشاہدہ کیا کہ آپ کی استعمال کردہ کتب میں سے کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس کے ابتدائی یا آخری صفحات پر آپ نے نہایت سلیقے کے ساتھ مفصل یا مجمل نوٹس رقم نہ فرمائے ہوں۔ یہ نوٹس کتاب کے خلاصہ کے علاوہ مصنف کے خیالات و نظریات اور اس کتاب کے بارے میں دیگر مصنفین کی آراء پر مشتمل ہیں۔

## تحصیل سلوک و احسان:

علوم ظاہری کے حصول کے سلسلے میں چک نمبر ۱۰ سرگودھا میں تھے کہ آپؒ کے استاد صاحب کے بیل چوری ہو گئے۔ باقی شاگردوں کے ساتھ آپ بھی تلاش میں نکلے اور لنگر مخدوم کے پاس ایک چوپال میں موجود لوگوں کو دیکھ کر آپ بھی وہاں جا بیٹھے کہ شاید باتوں میں چوری کا سراغ مل جائے۔ اس محفل میں سماع موتیٰ اور برزخی زندگی زیر بحث تھی۔ آپ اس وقت تک سماع موتیٰ کے منکر تھے اور وہاں بھی زیادہ تر لوگوں کے دلائل ایسے ہی نظریات کے

مطابق تھے۔ محفل میں موجود ایک معمر شخصیت نے بحث کو سمیٹتے ہوئے فرمایا: ''میں آپ کو کیسے سمجھاؤں! مجھ سے تو وہ باتیں کرتے ہیں۔'' ان کی یہ بات مولانا کے لیے نہایت حیران کن ثابت ہوئی اور آپ فوراً ان کے ساتھ ہو لیے۔ وہ بزرگ آپ کو سلطان العارفین کے مزار پر لے گئے۔ مراقبہ کیا اور آپ سے مخاطب ہو کر پوچھا ''بیٹا حضرت پوچھ رہے ہیں، مولوی صاحب عقیدتاً و ارادتاً آئے ہیں یا امتحاناً۔ آپ نے جواب میں عرض کیا ''ارادتاً حاضر ہوا ہوں''۔ ساتھ لے جانے والے بزرگ نے فرمایا ''مولوی صاحب پشتو، انگریزی وغیرہ کوئی بھی زبان سیکھنے اور پھر اس میں کلام کرنے کیلئے خاصا وقت لگتا ہے۔ خاصی محنت سے بندہ کلام پر قادر ہوتا ہے اور یہ تو برزخ کی زبان ہے، سیکھنے کیلئے کچھ وقت درکار ہوگا، پھر کچھ محنت و مجاہدہ بھی کرنا ہوگا۔'' جب آپ تیار ہو گئے تو انہوں نے ذکر الٰہی کا طریقہ سکھایا اور کچھ عرصہ بعد صاحب قبر سے رابطہ کروا دیا۔

بظاہر یہ عام سا واقعہ آپ کی زندگی میں تصوف و سلوک کے باب کا پیش لفظ ثابت ہوا۔ ذکر الٰہی کی تعلیم دینے والے یہ بزرگ مولانا عبدالرحیمؒ تھے جو علاقہ جھنگ کے رہنے والے تھے۔ صاحب مزار سلطان العارفین حضرت اللہ دین مدنیؒ ہیں جو دسویں صدی ہجری میں مدینہ سے ہجرت کر کے اس علاقہ میں تشریف لائے اور ۶۳ برس کی عمر میں یہیں ان کا انتقال ہوا۔ لنگر مخدوم میں تین سال قیام پذیر رہ کر مولانا نے حضرت اللہ دین مدنیؒ کی معیت میں نسبت اویسیہ کے توسط سے برکات نبوت اور علوم باطنی حاصل کیے۔

**اساتذہ و شیوخ:**

کہاں اور کس کس جگہ مقیم رہ کر آپ نے تعلیم حاصل کی، اس کے متعلق تفصیلی معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔ تاہم آپ کے اساتذہ میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ جیسی قد آور شخصیت کا نام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ علامہ انور شاہ کاشمیریؒ سے بھی آپ نے چند دقیق علمی مسائل کی تحقیق کے سلسلے میں استفادہ کیا ہے مگر ان سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ آپ ان سے بے حد متاثر تھے۔ فرماتے تھے: ''اگر اللہ کریم نے مجھ سے پوچھا کیا عمل لائے ہو تو عرض کروں گا میں نے آپ کے ایک نیک بندے کی زیارت کی ہے اور وہ ہیں حضرت انور شاہ کاشمیریؒ۔'' اساتذہ کے سلسلے میں قاضی شمس الدینؒ پنڈی گھیپ دارے والی مسجد کے خطیب، جنکا انتقال ۱۹۸۸ء میں ہوا کا نام بھی لیا جاتا ہے، محض غلط فہمی ہے۔ چند اسباق کی دہرائی آپ نے قاضی صاحب کے پاس کی جو کسی وجہ سے آپ کی عدم موجودگی میں پڑھائے گئے تھے جبکہ قاضی صاحب مرحوم نے مناظرہ رشیدیہ کی کتاب آپ سے سبقاً سبقاً پڑھی ہے۔

آپ کے شیوخ میں مولانا عبدالرحیمؒ اور سلطان العارفین حضرت اللہ دین مدنیؒ کا نام قابل ذکر ہے۔

**ذریعہ معاش:**

مولانا کی ملازمت کا آغاز میانوالی پولیس میں تعیناتی سے ہوا لیکن طبعی میلان کچھ اور ہی تھا۔ اس لیے وہ نوکری چھوڑ دی۔ پھر پشاور جیل کے عملے میں شامل ہو گئے لیکن وہاں کے ہندو داروغہ سے اس لیے نہ بنی کہ وہ راشن اور قیدیوں کو ملنے والی رقم غبن کرتا تھا۔ آپ نے تعاون نہ کیا اور اس ملازمت سے بھی سبکدوش ہو گئے، اس کے بعد آپ نے کوئی ملازمت نہ کی۔ طبیعت کی سخاوت کی وجہ سے علم طب کو بھی آپ نے فلاح عامہ کیلئے عام کر رکھا تھا۔ لہٰذا آپ کی گزر اوقات کا واحد ذریعہ آپ کا خاندانی پیشہ کاشتکاری تھا اور اس کی بھی کثیر آمدنی احباب سلسلہ کی خدمت کیلئے وقف تھی۔

**ازدواجی زندگی:**

مولانا نے تین عقد فرمائے۔ آپ کی اولاد

دو صاحبزادوں اور دو صاحبزادیوں پر مشتمل ہے۔

درس وتدریس:

آپ نے اپنی حیات مستعار کا ہر لمحہ درس وتدریس کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ کئی مدارس و مساجد میں آپ کے حلقہ ہائے درس قائم تھے۔ تاہم ملتان، چکڑالہ، لنگر مخدوم اور دار العرفان منارہ کے عوام آپ کی تدریسی خدمات سے زیادہ مستفید ہوئے۔

فتاویٰ:

آپ ملکی سطح پر ایک متبحر عالم اور عظیم صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عوامی رہنما کی حیثیت سے بھی پہچانے جاتے تھے۔ لوگ اپنے ذاتی معاملات میں رہنمائی کے خواستگار ہوتے اور ان کے باہمی تنازعات میں آپ کا فیصلہ قول فیصل کا درجہ رکھتا تھا۔ پورے علاقے میں کہیں بھی کوئی جھگڑا کھڑا ہو جاتا، اسے آپ کے سامنے پیش کیا جاتا۔ آپ خود وہاں تشریف لے جاتے اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں فریقین کی باہمی رضامندی سے تنازعہ حل فرماتے۔ آپ کے فیصلوں کو عدالتی فیصلوں پر فوقیت دی جاتی۔

حافظ غلام قادری صاحب لکھتے ہیں:

آپ کی شہرت عام ہوئی تو لوگ دور ونزدیک سے مختلف مسائل کے بارے میں پوچھنے آتے۔ خصوصاً طلاق و نکاح کے مسائل کیلئے تلہ گنگ، اٹک، کالا باغ اور گردونواح سے لوگ آپ ہی کے پاس آتے جس کی ایک وجہ آپ کی علمی قابلیت و اعتماد اور دوسرا آپ کا کردار کہ صرف اور صرف حق بات ہی آپ سے معلوم ہو گی۔ مولانا کے فتاویٰ کا ایک سرسری جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی فتویٰ نویسی کسی خاص شعبہ زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطل فرقوں کی بے نقابی، حکومتی و ریاستی امور غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں آپ نے عوام و خواص کی رہنمائی فرمائی۔ آپ بلا شبہ اپنے استاد محترم مفتی کفایت اللہ صاحب کے شاگرد رشید ثابت ہوئے۔

بحیثیت مناظر:

مولانا اپنی کتاب ''الدین الخالص'' میں رقمطراز ہیں:

میں نے علوم ظاہری سے فارغ ہو کر علوم باطنیہ کی طرف توجہ کی۔ منازل سلوک طے کرتے ہوئے جب دربار نبوی تک رسائی ہوئی تو ارادہ کیا کہ اب بقیہ عمر تخلیہ میں بیٹھ کر یاد الٰہی کروں گا۔ ایک روز سحر کے وقت اپنے معمول میں دربار نبوی میں حاضر ہوا تو اچانک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ القائے روحانی میرے قلب پر شروع ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا: ''اسلام کا مکان پتھروں اور اینٹوں سے تیار نہیں ہوا اس میں میرے صحابہؓ کی ہڈیاں لگائی گئیں۔ پانی کی جگہ میرے صحابہؓ کا خون لگایا گیا اور گارے کی جگہ میرے صحابہؓ کا گوشت لگایا گیا۔ اب لوگ اس مکان کو گرانے پر لگے ہوئے ہیں۔ میرے صحابہؓ کی توہین کی جارہی ہے اور جو شخص اس کے انسداد کی قدرت رکھتے ہوئے خاموشی سے بیٹھا رہے کل قیامت میں خدا کے سامنے کیا جواب دے گا۔ ایک صوفی عارف عالم کو ہمیشہ خدا پر بھروسہ اور توکل چاہیے۔ جب تک خدا تعالیٰ نے اس کے وجود سے کام لینا ہے اس کو محفوظ رکھے گا۔ جب اس کی ڈیوٹی پوری ہوگی۔ اس کو بلا لے گا'' مولانا کے بقول یہ واقعہ تقسیم ملک کے بعد پیش آیا۔ اس کے بعد سے آپ نے نہایت مستعدی کے ساتھ عظمت صحابہؓ کا دفاع کیا اور میدان مناظرہ میں مخالفین کو پے در پے فاش شکستوں

سے دوچار کیا۔ مولانا کے ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں مناظرے ملتان، بہاولپور، میانوالی، کیمبلپور، چنیوٹ، بھیرہ، جھنگ، سرگودھا، خوشاب، ساہیوال، سیالکوٹ، سندھ اور آزاد کشمیر میں ہوئے۔ ان تمام مناظروں میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق کو غالب رکھا۔ جن لوگوں نے مولانا کے مناظرے دیکھے ہیں انہیں علم ہے کہ ہر میدان میں فتح و کامیابی نے آپ کے قدم چومے کیونکہ مولانا حزب اللہ کے سپاہی تھے جس کے متعلق حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے:

**فان حزب اللہ ھم الغلبون**

"تحقیق یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی جماعت ہمیشہ غالب رہے گی۔" شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہ جنہیں آپ کی ربع صدی کی رفاقت نصیب رہی آپ کے بعض یادگار جلسوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پنجند ایک مشہور قصبہ ہے وہاں قادیانیوں کا بہت اثر ہو گیا اور چند بڑے بڑے بااثر زمیندار قادیانی ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے وہاں خاتون مبلغہ بھی متعین کیں اور مردوں کا بھی پروگرام ترتیب دیا کہ یہاں سکول اور خیراتی ہسپتال بنایا جائے۔ ختم نبوت تحریک کے جلسے بھی زور و شور سے ہوتے تھے مگر کوئی تدارک نہ ہو پا رہا تھا۔ چنانچہ ایک بہت ہی غریب آدمی نے آکر حضرتؒ کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے جلسہ کرنے کی دعوت دی۔ آپ وہاں پا پیادہ تشریف لے گئے ہم چند ساتھی ہمرکاب تھے۔ رات وہاں ٹھہرے آپؒ کیلئے روکھی سوکھی کا اہتمام کر کے ہمارے لیے گاؤں سے ٹکڑے مانگ کر لائے گئے اور رات ہم نے زمین پر لیٹ کر بسر کی۔ صبح جلسہ ہوا، حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ ان پڑھ لوگ ہیں علمی دلائل کو نہیں سمجھ سکتے اس لیے تحریک کے جلسے کوئی اثر پیدا نہیں کر پا رہے۔ چنانچہ آپؒ نے اس کی اپنی کتب اور سوانح سے اس کی شخصیت، کردار اور عقائد کا نقشہ کھینچا تو وہ لوگ تائب ہو گئے اور قادیانیوں کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ الغرض مولاناؒ کے ۶۰ سالہ مناظرانہ دور کے شب و روز ایسے ہی درخشاں اور زریں کارناموں سے عبارت ہیں جو یقیناً آپ کی تبحر علمی، حاضر دماغی اور قوت ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مذاہب باطلہ کا کوئی بھی فرقہ آپؒ کی ایمانی یلغار کے سامنے اپنے باطل عقائد و نظریات کو منوانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

جاری ہے۔

## دعائے مغفرت

۱۔ گوجرہ سے سلسلہ کے ساتھی حاجی محمد فیض۔
۲۔ جھنگ سے سلسلہ کے ساتھی محمد اشرف۔
۳۔ گوجرہ سے سلسلہ کے ساتھی حاجی الیاس کی والدہ محترمہ
۴۔ کراچی سے سلسلہ کے ساتھی صادق علی شاہ کی والدہ محترمہ
۵۔ گوجرہ سے حامد حسن کی زوجہ محترمہ
۶۔ ننکانہ سے ماسٹر محمد عظیم کا بیٹا
۷۔ ننکانہ سے ماسٹر محمد افضل کی بیٹی وفات پا گئے ہیں۔

ساتھیوں سے دعا کی درخواست ہے۔

# شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور ان کے جواب

اخذ فیض کے مصادر (گزشتہ سے پیوستہ)

24 اگست 2011ء

یہ الگ بات ہے کہ آج بھی لوگ مسجد نبوی میں بھی موجود ہوتے ہیں یہاں پر کہتے ہیں، اس عمارت میں کیا رکھا ہے۔ اللہ کی عبادت کرو، اللہ کی عبادت صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ عبادت اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں ہے یہ ٹھیک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے زندگی بھر نہ اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا اور نہ مسلمان اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرتا ہے لیکن وہ آداب نبوت جو قرآن نے سکھائے ہیں بعد وصال بھی وہی ہیں۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں کوئی بدوی مسجد نبوی میں آیا جیسے صحرائیوں کی عادت ہوتی ہے اونچی اونچی آواز میں باتیں کر رہا ہے تو مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے زمانے میں کنکریاں آپ نے بچھائی گئی تھیں۔ فرش کنکریوں کا تھا تو انہوں نے ایک کنکری اٹھا کر اسے ماری جب اس نے دیکھا تو اشارے سے اسے پاس بلایا اور فرمایا تو صحرائی ہے ورنہ میں تجھے سزا دیتا۔ یہ بارگاہ نبوت ہے یہاں اونچی آواز میں بات کرنا حرام ہے۔ تم اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ میں نے اس لیے تمہیں آواز نہیں دی کہ میری آواز اونچی نہ ہو جائے تمہیں کنکری مار کے بلایا ہے۔ یعنی روضہ اطہر قبر پُر انوار کا یہ ادب خلفائے راشدین میں بھی تھا۔ حجرات نبوی کے ساتھ گلی تھی اور اس کے پار گھر تھے اور یہ ماضی قریب تک تھے تقریباً ستر کی دھائی کے آخر میں توسیع میں ہٹائے گئے۔

وصال نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی خاتون اپنے گھر میں میخ گاڑ رہی تھی۔ ٹھک ٹھک کی آواز حجرہ نبوی میں آ رہی تھی۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جب تک زندہ رہیں، مقیم رہیں۔ وہ حجرت عائشہ صدیقہؓ کا ہی حجرہ تھا وہ حضور ﷺ کے مزار پُر انوار کے ساتھ وہیں مقیم رہیں۔ پھر سیدنا ابوبکر صدیقؓ وہاں دفن ہوئے تو بھی وہیں مقیم رہیں۔ جب فاروق اعظمؓ دفن ہوئے تو انہوں نے قبور کے اور اپنے درمیان ایک پردہ لگا لیا حضرت عمرؓ کے آنے کی وجہ سے، لیکن وصال تک اسی حجرۂ مبارک میں مقیم رہیں تو آپؓ نے فوراً خادموں کو دوڑایا، ان کو بلوایا وہ خاتون حاضر ہوئیں تو فرمایا، رسول اللہ ﷺ کو ایذاء مت دو یہ ٹھک ٹھک کر کے حضور ﷺ کو ایذا نہ دو کہ تمہاری آواز حجرۂ مبارک میں آ رہی ہے۔ تو آفتاب عالم تاب ﷺ جلوہ افروز تو مزار پر انوار ہی میں ہیں لیکن آپ ﷺ کی توجہ آپ ﷺ کی برکات ہر مقام پر موجود پائی جا سکتی ہیں۔ اب کس مقام پر فیض کہاں سے آتا ہے یہ اللہ کا بنایا ہوا ایک نظام ہے۔

مادی نظام کو تو ہر کوئی مان لیتا ہے جو انسانی عقل کا بنایا ہوا ہے۔ ایک چھوٹی سی اتنی سی مشین ہے میں اس پہ چند بٹن دباتا ہوں اور دنیا کے کسی ملک میں دوسرے کونے میں جا کے بیل بجتی ہے میں اس سے بات کرتا ہوں بالکل جیسے روبرو ہو رہی ہو۔ میرے منہ سے لفظ ختم ہوتا ہے تو وہ جواب دینا شروع کر دیتا ہے جیسے میرے روبرو ہے اور لاکھوں میل کا فاصلہ ہے۔ کبھی کسی کو اعتراض ہوا کہ بندہ یہاں بیٹھا ہے اور بات وہاں کیسے ہو رہی ہے؟ امریکہ میں میچ ہو رہا ہے، گیم چل رہی ہے، فلم ہو رہی ہے، ہم ٹیلی ویژن آن کرتے ہیں

سکرین پر چینل گھماتے ہیں وہ چینل آ جاتا ہے۔ جو وہاں ہو رہا ہے بلا تاخیر بغیر وقفے کے ہم یہاں دیکھ رہے ہیں۔ ریسلنگ ہو رہی ہے کوئی وائلڈ لائف ہے، کوئی دنیاوی فلم ہے تو وہاں امریکہ میں جو دکھایا جا رہا ہوتا ہے کہ ہتھیار اٹھاتا، فائر کرتا ہے، مکہ مارتا ہے، بات کرتا ہے، اسی لمحے ہم یہاں دیکھ رہے ہیں۔ سوال یہ پیدا نہیں ہوتا کہ یہ نہیں ہوسکتا ہم کہتے ہیں ہو رہا ہے ہم دیکھ رہے ہیں یہ ہو رہا ہے ایک مادی مشین ہمارے درمیان میں ہے، ایک وہاں ہے جو اس کو ہوا میں ٹیلی کاسٹ کر رہی ہے، منتشر کر رہی ہے اور ایک ہمارے پاس جو اسے ہوا سے وصول کر کے دکھا رہی ہے۔ اب لاکھوں میل کا فاصلہ ہے کہ دس منٹ پندرہ منٹ کا وقفہ تو ہو کہ وہ مکا مارے اور ہمیں بعد میں نظر آئے۔ نہیں۔ جو آواز اس کے منہ سے نکلتی ہے ہمیں ویسی ہی یہاں سنائی دیتی ہے اسی وقت ہم مطمئن ہیں کہ درمیان میں دو مشینوں کا رابطہ ہے تو اس سے آگے اگر آپ چلیں تو وہ ہماری نگاہ سے اوجھل ہوتا ہے کہ ایک انسانی وجود میں ایک ہزار کھرب سیل ہیں۔ ایک جسم میں ایک ہزار کھرب سیل ہیں جسم چھوٹا ہے تو سیل چھوٹے ہیں جسم طویل القامت ہے تو سیل بڑے ہیں۔ سب کے ہزار کھرب اور وہ ایسا قادر ہے کہ وہ بچے کے وجود میں بھی ہیں۔ وہ بڑا ہوتا جاتا ہے تو سیل بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ جواں ہوتا جاتا ہے تو ہر سیل اپنے جیسا دوسرا سیل پیدا کر کے مر جاتا ہے اور چھ مہینے کے اندر اندر ایک ہزار کھرب سیل تبدیل ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی آبادی چھ ارب ہے۔ سو ارب کا ایک کھرب بنتا ہے۔ ہزار کھرب سیل ہر وجود میں ہیں۔ چھ مہینے میں سارے مر جاتے ہیں، چھ مہینے میں سارے نئے آ جاتے ہیں۔ ہر ایک سیل کا دوسرے سے رشتہ ہے، جس سے وجود برقرار ہے حیات برقرار ہے۔ جہاں سیل نرم پڑ جاتے ہیں وہ بازو شل ہو جاتا ہے، ٹانگ پہ فالج ہو گیا، کمر ٹوٹ گئی، ریڑھ کا مہرہ خراب ہو گیا۔ ایک نظام ہے قدرت کا، بڑھاپا جب آتا ہے تو وہی سیل اپنے جیسا جو دوسرا سیل بناتا ہے وہ پہلے سے کمزور ہوتا ہے۔ قوائے انسانی کمزور ہونا شروع ہو جاتے ہیں، نظر کم ہونا شروع ہو جاتی ہے، شنوائی کم ہونا شروع ہو جاتی ہے، ٹانگوں بازوؤں میں طاقت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی ایسا مربوط نظام ہے قدرت کا کہ جس پر ایمان ہی لایا جاسکتا ہے اس کو سمجھنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔

تو یہ سلوک و تصوف تو نازک ترین شعبہ ہے۔ جس طرح مادی صورت کو تو ہر کوئی سمجھتا ہے کہ میرے ہی ساتھ ہے۔ حضور ﷺ جلوہ افروز تو اپنے مقام پہ ہیں لیکن آپ ﷺ بشیر و نذیر بھی ہیں اور سراج منیر بھی ہیں۔ جہاں کوئی نیکی کرتا ہے آپ ﷺ کی نبوت کے سبب کرتا ہے۔ آپ ﷺ کا منصب عالی ختم نہیں ہو گیا کہ دنیا سے تشریف لے گئے تو ختم ہو گیا۔ نہیں۔ نبوت آپ ﷺ کی ہی ہے۔ ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے یہ جو لوگ کہتے ہیں حیات النبی نہیں ہے اور روح علیین میں تشریف لے گئی اور حضور ﷺ کا وجود عالی زمین پر ہے۔ روح اطہر الگ ہو گئی وجود عالی الگ ہو گیا تو نبوت تو آپ ﷺ کی ہے تو آج پھر وجود نبی ہے یا روح نبی ہے؟ الگ الگ ہو گئے تو ظاہر ہے نبوت ایک کے پاس جائے گی۔ ہم جو کلمہ پڑھتے ہیں وہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ محمد نام ہے وجود عالی روح سمیت کا۔ محمد ﷺ روح مع الجسد کا نام نامی ہے۔ جو کلمہ ہم پڑھتے ہیں ہم پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ۔ روح الگ ہو گئی تو روح محمد ﷺ ہے محمد ﷺ نہیں ہے۔ وجود عالی الگ ہو گیا تو وجود محمد ﷺ ہے محمد ﷺ نہیں ہے۔ یہ تو پھر نبوت ہی باقی نہیں رہتی اگر یہ فلسفہ مان لیا جائے کہ روح عالی الگ ہو گئی وجود عالی الگ ہو گیا۔ تو پھر نبوت کس کے پاس ہے، روح کے پاس ہے یا وجود کے پاس

ہے؟ حق یہ ہے کہ روح اور جسم عالی ویسے ہی حیات ہیں جیسے دنیا میں تھے اور حضور ﷺ کی نبوت ہمیشہ کے لئے ہے۔ آپ ﷺ آج بھی بشیر ہیں اور نذیر ہیں۔ جہاں کوئی نیکی کرتا ہے اس کی حیثیت کے مطابق برکات نبوی ﷺ آج بھی اسے پہنچتی ہیں کہ حضور ﷺ بشیر ہیں۔ جہاں کوئی برائی کرتا ہے اگر بالکل ہی خارج از ایمان نہ ہو گیا ہو تو اسے دل میں تاسف ضرور ہوتا ہے تھوڑا یا بہت کہ میں نے اچھا نہیں کیا۔ یہ اس کا کمال نہیں ہے یہ بارگاہ رسالت ﷺ سے برکات آتی ہیں کہ وہ نذیر بھی ہیں کہ احساس ہوتا ہے کہ غلط کر رہا ہے ہو اور جب یہ خیال آنا ہی چھوٹ جائے اور برائی بے دریغ کرنا شروع کر دے تو سمجھ لو اسلام سے اس کا رشتہ قطع ہو گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ سے اس کا رشتہ ختم ہو گیا۔ برائی پر اسے افسوس بھی نہیں ہے۔

اب کوئی سوال کرے کہ حضور ﷺ تو روضہ اطہر میں جلوہ افروز ہیں اور مخلوق روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔ کلمہ گو بھی ہر جگہ ہیں تو یہ بشیر و نذیر ہر جگہ کیسے پہنچ رہا ہے تو یہ اللہ پہنچا رہا ہے۔ سادہ سی بات ہے چونکہ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ ہے اور قیامت تک رہے گا، بشارت بھی رہے گی، انذار بھی رہے گا نبوت آپ ﷺ کی ہے۔ اسی طرح قلبی برکات بھی قیامت تک قائم رہیں گی اور جو مصادر برکات ہیں، چشمے پھوٹتے ہیں، پانی تو سارا ایک ہی ہے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں ہم نے میٹھا بھی رکھ دیا کڑوا بھی رکھ دیا ہے اور ان کے درمیان ایسا پردہ لگا دیا ہے کہ وہ ایک نہیں ہوتے۔ کڑوا کڑوا رہتا ہے میٹھا میٹھا رہتا ہے دونوں ایک زمین میں پائے جاتے ہیں۔ اب ہم ہمالہ پہ جاتے ہیں تو چشمہ جاری ہے، چترال میں جاتے ہیں چشمہ جاری ہے، پنڈی آتے ہیں تو بور میں پانی ہے یہاں آتے ہیں تو بور کرتے ہیں تو پانی نکل آتا ہے یہ کوئی الگ الگ تو نہیں ہے۔ پانی تو ایک ہی ہے پھر ہر جگہ کہاں سے آ گیا تو جس طرح سے یہ چشمے ہیں اسی طرح مصادر فیوضات ہیں۔

چونکہ تصوف کا سارا رشتہ جو ہے وہ عالم بالا سے ہے اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ روح عالم امر میں پہنچے جو اس کا گھر ہے جہاں سے وہ آئی ہے ۔ تو عالم بالا کی ابتداء آسمانوں سے ہوتی ہے۔ تصوف کی ابتداء لطائف سے ہوتی ہے تو ہر لطیفہ ایک آسمان سے متعلق ہے اور اولوالعزم رسول نبی ہیں، رسول ہیں پھر اولوالعزم ہیں۔ اولوالعزم رسول یہی حضرات ہیں جن کے فیوضات لطائف پر مرتب ہوتے ہیں۔ انبیاءؑ ان سے پہلے جو رسولؑ مبعوث ہوئے اس کے بعد تشریف لائے اس کی لائی ہوئی شریعت کی تائید کرتے رہے۔ جس نبی پر مستقل شریعت نازل ہوئی اسے رسول کہا گیا اور رسولوں میں پھر جن کو مزید سرفراز فرمایا گیا انہیں اولوالعزم کہا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، آقائے نامدار ﷺ یہ اولوالعزم رسول ہیں یہ متعلق ہیں لطائف سے اولوالعزم کا مطلب یہ ہے کہ ان اولوالعزم رسولوں میں وہ ساری برکات موجود ہیں جو تمام انبیاء میں تھیں۔ اب یہ محققین کی تحقیق ہے کہ پہلے لطیفے کے انوارات حضرت آدم علیہ السلام سے آتے ہیں پہلے آسمان سے آتے ہیں اور حضور ﷺ شب معراج فرماتے ہیں کہ میں گزرا تو موسیٰؑ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ برزخ میں یا جنت میں آدمی نمازوں کا مکلف نہیں رہتا دنیاوی زندگی ختم ہو گئی پھر یہ تکلیف ختم ہو گئی لیکن نماز میں جو حضوری اور لذت ہے اللہ کے بندے حضوری اور لذت کے حصول کے لیے قبروں میں بھی سجدے کرتے رہتے ہیں تو آپ حدیث

معراج میں دیکھو حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے دیکھا موسیٰؑ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جب آسمانوں پر حضور ﷺ تشریف لے گئے، براق پر تشریف لے گئے، موسیٰؑ آپ کے استقبال کے لیے بھی اپنی جگہ موجود تھے واپسی پر پھر یہ بھی کہ موسیٰؑ نے امت مرحومہ پر اور ہم سب پر احسان فرمایا جو پچاس نمازیں فرض ہوئیں تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ انہیں کم کروایئے یہ بھی موسیٰؑ نے احسان فرمایا کہ بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ حضور ﷺ نمازیں کم کروایئے واپس تشریف لے جائیں۔ واپس آئے کم ہوگئیں پھر عرض کی نہیں ابھی زیادہ ہیں پھر عرض کی ابھی زیادہ ہیں حضور ﷺ بار بار بارگاہ الوہیت میں متوجہ ہوئے بارالٰہا کم فرمادیں تو موسیٰؑ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا تجربہ ہے میری اُمت پر دو نمازیں فرض تھیں وہ بھی کوئی نہیں پڑھتا تھا پچاس کون پڑھے گا۔ پھر آخر پانچ رہ گئیں موسیٰؑ نے پھر بھی اصرار کیا۔ معراج سے پہلے امت مرحومہ پر حضور ﷺ کی امت پر اس وقت دو نمازیں فرض تھیں فجر کی اور عصر کی۔ معراج تک دو نمازیں پڑھی جاتی تھیں ۔ معراج میں پچاس کا حکم ہوا پھر کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو موسیٰؑ نے پھر بھی مشورہ دیا کہ نہیں حضور ﷺ تشریف لے جائیں۔ میری امت پر دو فرض تھیں لوگوں سے وہ نہیں پڑھی جاتی تھیں لوگ کاہل ہوجاتے ہیں اور کم کروایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب مجھے حیاء آتی ہے اب میں نہیں جاؤں گا تو ارشاد باری ہوا کہ ٹھیک ہے آپ پانچ کا حکم اپنی امت کو دیں میں پچاس کا اجر دوں گا یہ جو پانچ نمازیں آپ پڑھتے ہیں اجر پچاس کا ملتا ہے جو ابتداء میں فرض ہوئی تھیں حضور ﷺ نے کم کروائیں تو یہ موسیٰؑ کو سفارش یہ موسیٰؑ کی حضور ﷺ نے قبر میں بھی دیکھا تو وہاں بھی موجود تھے۔

تو یہ واقعی اچھا سوال ہے آپ کا لیکن یہ سوال تب سمجھ میں آتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ اللہ قادر مطلق ہے۔ اسلام کی اصل بنیاد ہی اس پر ہے کہ مان لیا جائے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ ہر چیز پہ قادر ہے اور پھر حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کی ساری بنیاد اس پر ہے کہ پہلے مانا جائے کہ اللہ ہر چیز پہ قادر ہے ورنہ اس کے عجائبات عقلاً علماً سمجھ میں نہیں آتے۔ یہ تو وہ سوال ہے جو ظاہری ظاہری ہمارے سامنے آجاتے ہیں بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے نفس کے وساوس ہوتے ہیں سوال نہیں ہوتے۔ سوال کون سا ہے؟ مادی صورت کے بارے ٹیلی ویژن، ٹیلی فون کے بارے کوئی سوال نہیں اٹھتا تو برکات اور انوارات کے بارے کون سا سوال ہے یہ نفس کی شرارتیں ہوتی ہیں کہ حضور ﷺ تو روضہ اطہر میں ہیں تو پانچویں آسمان پر تلاش کرتے ہو۔ فضول سی باتیں ہیں۔

اللہ قادر ہے اور حضور ﷺ کا مقام عالی ہمارے علوم، ہماری رسائی، ہماری سمجھ، ہماری دانش سے بلند تر ہے۔ ایک بات میں آخری یہ کہوں گا کہ ایک بات پہ نظر رکھیں۔ اگر اس تصوف سے آپ کے عقیدے کی اصلاح ہوتی ہے، عملی زندگی کی اصلاح ہوتی ہے تو یہ گوہر نایاب ہے اسے مت چھوڑیں اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف آنا جانا ہی ہے میں تو ویسے کا ویسا ہی ہوں تو پھر چھوڑ دیں۔ پھر کیا فائدہ اور جب اس کو پکڑیں تو پھر یہ سوچنا چھوڑ دیں کہ یہ کیوں اور یہ کیسے؟ پھر یہ سوچیں کہ مجھے کتنا کچھ حاصل ہوا۔ کیوں اور کیسے کو چھوڑیں اس پر محنت کریں۔ میرا یہ مشورہ ہے۔ اللہ کریم سب کو توفیق بھی دے اور احباب کی محنت قبول بھی فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

# مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

31-7-10

حق تعالیٰ کا مستحق حمد ہونا من حیث الذات بھی اور من حیث الصفات بھی

''قولہ تعالیٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (الانعام:1)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔

حمد کو اولاً اسم ذات کے متعلق کرنا پھر اس کی صفات خاصہ کے ساتھ موصوف کرنا اشارہ اس طرف ہے کہ حق تعالیٰ کو حمد کا استحقاق دو وجہ سے ہے من حیث الذات بھی من حیث الصفات بھی اور من حیث الذات کے معنی نفی صفات کے نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس وقت صفات کی طرف نظر نہیں''۔

.........................

اللہ کریم ذاتی طور پر بھی حمد کا حق رکھتے ہیں۔ اللہ کا حق ہے کہ اس کی حمد کی جائے اور اس کی صفات ایسی ہیں کہ ان کے حوالے سے بھی وہ حمد کا مستحق ہے۔

.........................

معاند کے درپے نہ ہونا

''قولہ تعالیٰ: وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ کِتٰباً فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ (الانعام:7)

ترجمہ: اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اس کو یہ لوگ ہاتھوں سے چھو بھی لیتے۔

اس میں معاند کے حال کا بیان ہے کہ وہ کسی طریق سے متنفع نہیں ہوتا اسی واسطے اہل طریق اس کے درپے نہیں ہوتے۔

.........................

فرمایا جو بزرگوں کے ساتھ عداوت رکھتا ہے وہ کسی طرح بھی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اسے کرامات بھی نظر آئیں تو ان کو بھی کوئی نہ کوئی تاویل کر کے ٹال دیتا ہے۔ برکات بھی دیکھے تو کچھ نہ کچھ بات کر کے ٹال دیتا ہے اور فائدہ اس کی قسمت میں نہیں رہتا۔ یعنی فائدہ حاصل کرنے کے لئے بنیادی طور پر عقیدت شرط ہے۔

.........................

عدم ظہور خوارق کا طریق سلامتی ہونا

''قولہ تعالیٰ: وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ (الانعام:8)

ترجمہ: اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا۔

اس صورت میں ان کے ہلاک ہونے کی وجہ یہ ہوتی کہ ایسے خوارق کے ظہور سے ان پر حجتہ الہیۃ تمام ہو جاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ طریق اسلم خوارق کا ظاہر نہ ہونا ہی ہے''۔

.........................

یعنی ایسے معجزات انہوں نے طلب کئے کہ اگر وہ ظاہر ہوجاتے تو قصہ ہی تمام ہوجاتا جیسے انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس فرشتے آئیں۔ جب فرشتے ظاہر ہوجاتے تو توبہ کا وقت گزر چکا ہوتا اور قیامت قائم ہوجاتی۔ تو فرمایا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کرامات کا دیکھنا یہ دلیل نہیں ہے اور کرامات کا ظہور نہ ہونا اور اچھی بات ہے۔ استقامت علی الدین ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اور جنہیں لوگ کرامت سمجھتے ہیں ان کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔

..........................

مغضوبین کو بھی رحمت کا شامل ہونا

"قولہ تعالیٰ: كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام:12)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرمایا ہے۔

اپنے اطلاق سے اس پر دال ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت سب کو عام اور شامل ہے چنانچہ ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کوئی غضب ایسا نہیں جس میں کچھ رحمت نہ ملی ہو اور رحمت بہت سی ایسی ہیں جن میں ذرا غضب نہیں اور مومنین معذبین پر رحمت ہونا تو ظاہر ہے عین تعذیب میں بھی کہ وہ ہے اور بعد تعذیب بھی کہ مغفرت ہوجاوے گی اور کفار معذبین پر اس طرح کہ حق تعالیٰ نے اس عذاب سے اشد جو عذاب تھا اس سے محفوظ رکھا"۔

..........................

فرمایا اپنی ذات پر رحمت کا بخشش کا لازم کردینا جو اس آیہ کریمہ میں ہے اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین پر اگر کوئی مصیبت بھیجتے ہیں تو اس میں بھی اس کی رحمت ہوتی ہے، ان کی تعذیب واصلاح ہوتی ہے، اس سے ان کو فائدہ ہوتا ہے۔ ان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، ترقی درجات ہوجاتی ہے، کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ اور کافر پر جو عذاب آتا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ ایک پہلو رحمت کا ہوتا ہے۔ اس کا کردار جو تھا وہ اس سے زیادہ شدید عذاب کا مستحق تھا، اللہ نے جو اسے عذاب دیا اس میں ایک اس کی رحمت کا بھی ہوتا ہے کہ اس سے کم تر عذاب دیتا ہے۔

..........................

ابطال الاباحت

"قولہ تعالیٰ: قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ ........ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (الانعام:14-15)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا۔

آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس میں دلالت ہے کہ تکالیف شرعیہ کسی سے حتیٰ کہ انبیاءؑ سے بھی ساقط نہیں ہوتیں"۔

..........................

اس آیہ کریمہ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ایسا کوئی مرتبہ یا مقام نہیں کہ وہاں پہنچ کر اس سے شریعت کے احکام ساقط ہوجائیں اور وہ جو چاہے کرے ایسا نہیں ہوسکتا۔ احکام شریعت کا اتباع اگر انبیاء کے لئے لازم ہے تو دوسرا کوئی ایسا نہیں جس سے شریعت ساقط ہوجائے۔ یہ ایک رواج ہے کہ بے دین اور بدکار، بے نماز اور ناپاک رہنے والے لوگوں کو ولی سمجھا جاتا ہے۔ فرمایا یہ غلط ہے۔

..........................

**کاملین سے قدرت مستقلہ کی نفی اور غیر اللہ سے رجاء و خوف کا رد**

''قولہ تعالیٰ: وَ اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ (الانعام:17)

ترجمہ: اور اگر تجھ کو کوئی تکلیف پہنچاویں تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔

اس میں غیر اللہ سے تصرف مستقل کی نفی ہے حتیٰ کہ مقبولین سے بھی نیز اس میں رد ہے اس پر جو غیر اللہ سے ازالۂ ضرر کی توقع رکھے''۔

..........................

فرمایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف بھیجنا چاہیں تو کوئی بھی اسے روک نہیں سکتا خواہ وہ اللہ کے مقرب بندے مقبولین بھی ہوں اور وہ اللہ کے حکم کو روک نہیں سکتے اور فرماتے ہیں اس آیت میں لوگوں کے اس عقیدہ بد کا رد کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے سوا دوسروں سے امیدیں رکھنا۔ دراصل اہل اللہ سے جو تعلق ہوتا ہے یا اولیاء اللہ سے یا بزرگوں سے جو تعلق نصیب ہوتا ہے اس کی بنیاد اس پر ہوتی ہے کہ ان کے حوالے سے اللہ کریم سے تعلق نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نظام کائنات میں مداخلت کے لئے کوئی کسی ولی اللہ کے پاس نہیں جاتا۔ اگر جاتا ہے تو غلط کرتا ہے۔ دنیا کا ایک نظام ہے۔ وہ چلا رہا ہے۔ اس نے خود چلانا ہے کسی پر تکلیف بھیج دے، آرام بھیج دے، وہ چاہے تو بدکاروں کو حکمران بنا دے چاہے تو نیک لوگوں کو مصیبت میں ڈال دے۔ بندے کے ذمے یہ ہے کہ وہ اپنا معاملہ اپنے رب کے ساتھ درست رکھے۔ اور بزرگوں سے یا ان کی صحبت سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہو جاتا ہے اور وہ غیر اللہ سے اُمیدیں چھوڑ کر اپنی اُمیدیں اللہ کریم سے وابستہ کر لیتا ہے۔

..........................

**اہل اللہ کے ساتھ حب طبعی کا بدون عقلی کے نافع نہ ہونا**

''قولہ تعالیٰ: وَ هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ (الانعام:26)

ترجمہ: اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔

بعض مفسرین کے نزدیک مراد ان لوگوں سے ابو طالب اور ان کے اتباع ہیں کہ اوروں کے ضرر کو حضور ﷺ سے روکتے تھے مگر خود آپ ﷺ پر ایمان لانے سے دور رہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے ساتھ حب طبعی و نصرۃ قومیہ بدون حب عقلی کے نافع نہیں''۔

..........................

فرماتے ہیں جس طرح ابو طالب حضور ﷺ کی حمایت میں دوسروں کو تو روکتے تھے لیکن خود حضور ﷺ پر ایمان نہ لائے تو فائدہ تو نہ ہوا۔ اسی طرح اہل اللہ کے ساتھ ایک فطری سی محبت ہوتی ہے۔ کسی بزرگ کو اچھا سمجھا جاتا ہے، اس کی خدمت بھی کی جاتی ہے، اس کو کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو دفاع بھی کیا جاتا ہے لیکن جب تک عقلی محبت نہ ہو، شعوری محبت نہ ہو، یہ سوچ کر محبت نہ کرے کہ اس کے پاس کیا دولت ہے اور اس سے مجھے کیا مل سکتا ہے تب تک اسے فائدہ نہیں ہو سکتا۔

..........................

**مسئلہ تمثل**

''قولہ تعالیٰ: وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ

(الانعام:31)

ترجمہ: اور حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے۔

حقیقی معنی اس کے یہی ہیں کہ خود اعمال کو اپنی کمر پر لادیں گے اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اعمال بشکل اجسام متمثل ہوجاویں پس جب حمل علی الحقیقۃ ممکن ہے تو اس کو ترک نہ کریں گے اور بہت اہل سنت تجسم اعمال کے قائل ہیں۔ پس اس تقریر پر آیت تمثیل پر دال ہوگی"۔

.........................

فرماتے ہیں کہ ہر عمل کی بھی ایک صورت ہوگی، ایک شکل ہوگی۔ ہر عمل کو بھی ایک جسم دے دیا جائے گا۔ اسی لئے کفار کو کہا گیا ہے کہ یہ اپنا بوجھ اپنی کمر پر لادے پھریں گے۔ آخرت میں مال وزر کا یا گھر کے سامان کا بوجھ تو نہیں ہوگا کردار کا بوجھ ہی ہوگا۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کو بھی ایک شکل، ایک جسم دے دیا جائے گا۔

.........................

**معصیت کے ساتھ حال کا بقاء استدراج ہے**

قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام:44)

ترجمہ: پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیئے۔

یعنی ان کو استدراجاً نعمتیں عطا فرمائیں اور اس کی نظیر اس شخص کا حال ہے جس کا باوجود معصیت کے حال اور ذوق باقی رہے یہ اس کے لئے استدراج ہوتا ہے (جس پر بعض جہال فخر کرتے ہیں کہ ہماری نسبت کیسی قوی ہے)۔

.........................

فرماتے ہیں اس آیت سے یہ دلیل ملتی ہے کہ اگر کوئی صوفی ہے صاحب حال ہے اور وہ گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اس کا حال فوراً اسی وقت سلب نہیں ہوتا کچھ عرصہ اس کے ساتھ وہ چلتا رہتا ہے لیکن وہ گناہ سے باز نہیں آتا تو یہ بھی اللہ کے عذاب کی ایک صورت ہے اور اسے استدراج کہا جاتا ہے۔ بالآخر وہ حال سلب ہوجائے گا اور وہ رسوا ہوجائے گا۔ یعنی کبھی بھی اللہ کی نافرمانی کے ساتھ کیفیات جمع نہیں ہوتیں۔ جس طرح اس آیت میں کہا گیا ہے کہ کفار نے جب انبیاء ؑ کی نصیحت پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ اس کی پرواہ ہی کرنا چھوڑ دی تو ہم نے ان پر دنیا کی دولت عام کردی کہ بھاگ کر دیکھو کہاں تک جاسکتے ہو۔ کتنی دولت سے کیا کرسکتے ہو؟ بالآخر تمہیں موت کے دروازے سے آنا ہے۔ تو اسی طرح صاحب حال صوفی سے اگر غلطیاں ہوں اور اس کا حال باقی رہے تو یہ آزمائش میں پڑ گیا کہ اس پر دلیر ہوجائے گا اور غلطی پر بالآخر تباہ ہوجائے گا۔ لہٰذا کیفیات سند نہیں ہیں۔ سند یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ شریعت مطہرہ پر عمل کیا جائے۔

.........................

**کاملین میں عبدیت وبشریت کے آثار کا لازم ہونا**

"قولہ تعالیٰ: قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا

يُوْحٰى إِلَيَّ (الانعام:50)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خداتعالیٰ کے خزانہ ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کر لیتا ہوں۔

اس میں دو چیزوں کو نفی ہے ایک تو عبد سے خواص الوہیت قدرۃ کاملہ وعلم محیط کی نفی اور دوسرے بشر سے تنزہ عن البشریۃ کی نفی اور دو چیزوں کا اثبات ہے ایک عبدیت کا جس کے لوازم میں سے امتثال امر اور اتباع وحی ہے اور دوسری بشریت کا جس کے لوازم میں سے اکل وشرب وغضب ورجا ہے''۔

.................

یعنی بندے میں اس طرح کا علم ماننا جس طرح کا اللہ کا ہے اور وہ قدرت جو اللہ کو حاصل ہے اس کی امید بندے سے رکھنا، اس کا رد کر دیا گیا ہے۔ اللہ کی کسی صفت میں کوئی بندہ اس کا شریک نہیں ہے۔ اللہ کی صفت اس کی شان کے مطابق ہے بندے کی صفت اپنی حیثیت کے مطابق ہے۔

فرمایا اس چیز کی نفی ہے اور دو چیزوں کا اثبات ہے کہ انبیاء بھی بشر ہوتے ہیں، انسان ہوتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہوتے ہیں۔ جس کے لوازم میں سے ہے کھانا پینا ناراض ہونا، خوش ہونا اور جس کے لوازم میں سے کردار اور عمل میں وحی کا اتباع کرنا ہے۔ اور بشر ہونے کا کمال یہ ہے کہ وہ وحی کے اتباع میں کامل ہو۔ دراصل جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا انکار کرتے ہیں وہ بے چارے خود کو بشر سمجھ بیٹھتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں کہ میرے جیسا بندہ تو نبی نہیں ہو سکتا۔ تو کہتے ہیں اگر کوئی نبیؐ ہے تو وہ بشر نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل میں بشریت کا معیار نبیؐ ہوتا ہے۔ جتنی مشابہت ہمیں نبیؐ سے ہے اتنے ہی ہم بشر ہیں جتنی نہیں ہے اتنے ہم بشر نہیں بلکہ حیوان ہیں۔ تو اس کو الٹ سمجھا جاتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں تو بشر ہوں تو میرے جیسا نبیؐ تو نہیں ہو سکتا۔ نبیؐ کو بہت بلند ہونا چاہیے لہٰذا نبیؐ بشر نہیں نور ہے۔ انبیاءؑ کا نور ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان کے وجود اللہ کے نور سے منور ہوتے ہیں اور دنیا میں اللہ کا نور بانٹتے ہیں، اللہ کے قرب کی کیفیات سراپا نور ہیں اور یہ ساری خصوصیات وجود مبارک میں ہوتی ہیں تو حقیقی بشر نبیؐ ہوتا ہے۔ اگر بشریت کا انکار کر دیا جائے تو نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔ تو جو لوگ نبیؐ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں ان کو دھوکا یہ لگتا ہے کہ وہ خود کو بشر سمجھ رہے ہوتے ہیں پھر قیاس کرتے ہیں کہ نبیؐ کو تو اس طرح نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ نبیؐ نور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں اتنی بشریت ہے جتنا ہم حضورﷺ کا اتباع کرتے ہیں۔ جہاں سے ہماری مشابہت حضورﷺ سے ہٹ جاتی ہے وہاں سے ہماری بشریت ختم ہو کر حیوانیت شروع ہو جاتی ہے ہم نیچے گر جاتے ہیں ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (التین:5) اس لئے کہ انبیاءؑ میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ عام آدمی کی طرح بھوک بھی لگتی ہے۔ محبت بھی کرتے ہیں، ناراض بھی ہوتے ہیں، سوتے بھی ہیں، جاگتے بھی ہیں سارے کام کرتے ہیں لیکن خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ بشر ہونے کے باوجود مکمل طور پر وحی کا اتباع کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں خواہ کوئی بڑی سے بڑی طاقت رکاوٹ بنے یا دنیا کے کوئی وسائل مقابلے میں آ جائیں وہ اس سے ٹلتے نہیں بلکہ وحی کا

کامل اتباع کرتے ہیں۔تو اس سے پتہ یہ چلا کہ بشر ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے، جہاں یہ شرط ہے کہ کھانا، پینا، سونا، جاگنا جیسے اوصاف ہوتے ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وحی کا مکمل اور کامل اتباع جو ہے وہ انسان کو بشر بناتا ہے۔

..................

**بعض حقوق مریدین**

''قولہ تعالیٰ: وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ .......... وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ (الانعام:52-54)

ترجمہ: اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں۔(الخ)

اس میں مریدین کے بعض حقوق کا بیان ہے کہ ان کو بلا مصلحت دینیہ اپنے سے مطرود نہ کرے اور ان کے پاس مقید ہو کر بیٹھے اور ان کو سلامت ورحمت وقبول توبہ کی بشارت دے''۔

..................

فرمایا اس میں مریدین کا بھی حق ہے کہ شیخ ان کے ساتھ مجالست کرے، ان کی تربیت کرے، انہیں اچھی اچھی باتیں بتائے، بشارت حق کی خبر دے اور ان کے تحفظ کی اور انہیں گناہ سے بچانے کی کوشش کرے۔

..................

**قبض روح کبھی بلا واسطہ فرشتہ کے ہوتا ہے**

قولہ تعالیٰ: وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ .......... تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (الانعام:60-61)

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے مع قولہ یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آ پہنچتی ہے اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں۔

روح میں ہے کہ بعض صوفیہ قائل ہوئے ہیں کہ قبض ارواح کبھی حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں اور کبھی ملک الموت اور کبھی دوسرے فرشتے جن کو رسل کہا گیا اور یہ متوفی کے احوال کے تفاوت پر ہے''۔

..................

فرماتے ہیں اس میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔یعنی نیند کے وقت فرمایا اللہ وہ ہے جو تمہاری روح کو قبض کر لیتا ہے اپنی طرف نسبت فرمائی۔ دوسری طرف فرمایا کہ جب کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اس کی روح قبض فرماتے ہیں۔تو فرماتے ہیں سلوک کا مسئلہ اس میں یہ ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی روح عند الموت اللہ خود قبض فرمائیں گے، بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ملک الموت ان کی روح قبض کریں گے اور تیسرے درجے پر ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ملک الموت بھی نہیں بلکہ ملک الموت کے ساتھ کام کرنے والے اس کے ماتحت فرشتے بھیجے جاتے ہیں روح قبض کرنے کے لئے تو فرماتے ہیں یہ مرنے والے کی حیثیت اور اس کا جو تعلق ہے اللہ کے ساتھ اس کے فرق پر ہے کہ کسی کا تعلق اللہ کے ساتھ ایسا ہو جاتا ہے کہ اللہ کریم اس کی روح خود قبض فرماتے ہیں۔

..................

جاری ہے۔

# محاسن اکرم التراجم

تحریر: مولانا محمود خالد بہاولپور

الحمد للہ و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیا وخاتم الانبیا وعلی اٰلہٖ واصحابہ الا تقیا والا صفیا اما بعد

قرآن کریم ازلی وابدی حکمتوں اور بصیرتوں کا لازوال خزینہ ہے۔ یہ نعمت عظمیٰ انسانیت کی فلاح کے لیے Life Saving Drug کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ مسلمانوں کی سعادت وفلاح کا اصل سرمایہ ہے مسلمان جب تک اس سے استفادہ کرتے رہے دین ودنیا میں سرخرو وسرفراز رہے اس کی تفہیم ہر زمانے کی ضرورت رہی ہے اور مختلف ادوار میں مترجمین اور مفسرین حالات اور تقاضوں کے پیشِ نظر تراجم وتفاسیر کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ عصر حاضر میں یہ سعادت جن خوش نصیبوں کے حصہ میں آئی۔ ان میں نمایاں حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی ہیں۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یہ ۱۹۷۱ء کی بات ہے اہل اللہ کی ایک جماعت جس میں حضرت مولانا (محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہ) بھی شامل تھے۔ حضرت جی (حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں) رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ملتزم پر حاضر تھی جس دربار سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا عطا وکرم کی اس بارش میں اہل بصیرت نے دیکھا کہ مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ کو وہ نعمتِ خصوصی عطا ہوئی جو صرف ان ہی کا حصہ تھی یعنی فہم قرآن۔ اس کے بعد سننے والوں نے سنا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت مولانا کی زبان سے قرآن حکیم کی تفسیر کرتے ہوئے وہ مضامین جاری ہونے لگے کہ اہلِ علم اور ان لوگوں کی زبان سے جن کی عمریں درسِ قرآن میں گزری تھیں بے ساختہ نکلا۔

''اس آیت کا اصل مفہوم تو آج سمجھ میں آیا''۔

(اسرار التنزیل: ج ۱)

۱۹۸۲ء کے سالانہ اجتماع میں الشیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی نماز فجر کے بعد درسِ قرآن دے رہے تھے حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کمرہ میں تھے قرآنی آیات کی وجدانی تشریحات جاری تھیں سب اس میں محو تھے کہ حضرتؒ ایک آیت کی تفسیر پر بے اختیار بول اُٹھے۔

''قرآن کی تشریح اکرم پر ختم ہے''

(ماہنامہ المرشد: جنوری ۱۹۸۶ء)

امیر المکرم حضرت مولانا محمد اکرم اعوان صاحب دامت برکاتہم العالیہ ترجمہ قرآن ''اکرم التراجم'' بارے فرماتے ہیں۔

اللہ کریم نے احسان فرمایا ترجمہ لکھنے کی توفیق ہوئی مجھے حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیسے ہوا؟ نو بجے بیٹھ کر تین بجے تک چھ گھنٹے مسلسل میں لکھتا رہتا تھا اور کوئی تھکاوٹ نہیں ہوتی تھی حالانکہ مجھ سے زیادہ لکھا نہیں جاتا۔ خط کا جواب بھی اکثر نہیں دیتا جس میں کوئی جواب طلب چیز نہ ہو۔ اور جواب طلب بات ہو تو زیادہ سے زیادہ دو تین سطروں میں لکھتا ہوں لیکن ترجمہ چھ چھ گھنٹے مسلسل لکھتا رہا۔ الحمدللہ مکمل ہو گیا۔ (المرشد: ص ۳۴، اگست ۲۰۱۱)

ترجمہ قرآن کی اہمیت کے بارے حضرت مولانا سرفراز

خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں اگر کوئی مرد یا عورت قرآنِ پاک کا لفظی ترجمہ ہی پڑھ لے تو اُسے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایمان کی حقیقت سمجھ آ جائے گی اور کفر و شرک کی برائی سمجھ آ جائے گی۔ آج ہمارے اندر جتنی کمزوریاں ہیں ان کی وجہ صرف قرآن پاک سے دوری ہے۔ قرآنِ پاک کو سمجھا نہیں ہے قرآن پاک کو سمجھنا صرف مولویوں اور طالب علموں کا کام نہیں ہے قرآن پاک پڑھنا سمجھنا ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے۔ (ذخیرۃ الجنان ج ص ۱۷۴) قرآن مجید کے اولین مخاطب عرب کے باسی تھے عربی ان کی مادری زبان تھی بایں ہمہ وہ قرآن فہمی کے لیے نبی رحمت ﷺ سے استفادہ کے محتاج تھے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

قرآن فہمی کے لیے حدیث رسول ضروری ہے حدیث کا انکار در حقیقت قرآن کا انکار ہے۔

(معارف القرآن: ج ۵ ص ۳۴۸)

شیخ المکرم حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان صاحب مد فیوضہم فرماتے ہیں۔ جس طرح الفاظ صرف آپ ﷺ سے سب کو پہنچے ایسے معانی بیان فرمانا یہ آپ ﷺ کا مقام و منصب ہے اور ہر عربی دان محض قواعدِ عربی سے قرآن کریم کے معنی متعین نہیں کر سکتا لہٰذا آج بھی اگر وہ معانی لئے جائیں جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے تو گروہ بندی نہ رہے آپ ﷺ کا ہر قول و فعل قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ (اسرار التنزیل: ج ۴ ص ۹۴)

عصر حاضر میں اکثر لوگ آرام پسند واقع ہوئے ہیں ان کی آرام طلبی دین میں بھی آسانی چاہتی ہے قرآن مجید کا ترجمہ بھی انہیں ایسا ہی چاہیے تھا جو انتہائی سہل اور عام فہم ہو انشاء اللہ اہلِ علم اسے علمی اور تحقیقی اعتبار سے مستند نیز علم و ادب اور معنی شناسی کا حسین امتزاج پائیں گے دوران مطالعہ یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ مترجم عربی اور اردو ادب میں کمال رکھتے ہیں علمِ لدنی کی نعمت کے سبب مرادِ الٰہی کو بخوبی بیان فرماتے ہیں۔ مشہور کہاوت ہے ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ عطار بگوید'' خوشبو وہ ہے جو خود مہکے نہ کہ عطر فروش کہے۔ اب اکرم التراجم سے مختلف آیات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور فیصلہ قارئین پر چھوڑا جاتا ہے۔ موصوف قربِ الٰہی کی اعلیٰ منازل پر فائز ہیں اس لئے عظمت باری تعالیٰ کا آپ پر غلبہ ہے۔ ادبِ ذاتِ باری تعالیٰ ان کے ترجمہ سے بھی واضح ہے۔ سورہ فاتحہ کا ترجمہ فرماتے ہیں شروع اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم کرنے والے ہیں تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو سب عالموں کے پروردگار ہیں۔ بڑے مہربان نہایت رحم کرنے والے ہیں۔ انصاف کے دن کے مالک ہیں۔

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ ...

(پ ۹: الاعراف: ۹۹، ص ۳۰۹)

کیا پھر یہ اللہ کی تدبیروں سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ پس اللہ کی تدبیروں سے صرف نقصان اٹھانے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

اِذَا لَهُمْ مَكْرٌ ... قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا

(پ ۱۱: یونس: ۲۱، ص ۳۹۹)

تو فوراً ہی ہماری آیات کے بارے میں حیلے کرنے لگتے ہیں فرما دیجئے کہ اللہ سب سے جلد تدبیر کرنے والے ہیں۔

آپ حبِ رسول سے سرشار ہیں آنحضرت ﷺ سے آپ کی عقیدت و محبت ترجمہ قرآن سے ظاہر ہو رہا ہے۔ مثلاً

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

(پ ۱۷: الانبیاء: ۱۰۷، ص ۶۲۸)

اور ہم نے آپ کو (اے حبیب ﷺ) تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

سورہ کوثر (اے حبیب ﷺ!) بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی تو آپ اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں یقیناً آپ کا دشمن ہی بے اولاد رہے گا

(پ۳۰:الکوثر،ص۱۱۴۱)

مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی

(پ:۳۰:الضحیٰ:۳،ص۱۱۳۰)

(اے حبیب ﷺ!) آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ (آپ سے) ناراض ہوا۔

وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی

(پ۳۰:الضحیٰ:۷،ص۱۱۳۱)

اور آپ کو جستجو میں پایا تو سیدھا راستہ دکھایا۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ

(پ۹ع۱۵الانفال۸:۹،ص۳۳۷)

جب آپ اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰی.

(پ۳۰ع۵عبس۸۰:۱،ص۱۱۱۰)

آپ ﷺ پر گراں گزرا اور رخِ انور پھیر لیا۔

(اکرم التراجم:ص)

اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا

(پ:۲۸،ع۱۹:التحریم۴،ص۱۰۶۴)

اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو بہتر ہے) کہ تمہارے دل مائل ہوئے ہیں۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ

(پ۲۶:محمد۱۹،ص۹۶۶)

اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو

اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔''انبیاء علیہم السلام خطاؤں سے پاک ہیں اور آپ ﷺ تو امام الانبیا ہیں۔ انبیا سے صرف اجتہاداً ترکِ اولیٰ کا صدور بعض اوقات ممکن ہے جو گناہ نہیں مگر ان کے بلند منصب کے باعث اسے بھی خطا کہہ دیا گیا''۔

(اسرار التنزیل:ج۶،ص۹۵)

جس طرح انبیا کرام علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح ان کا ادب و احترام بھی ضروری ہے مُترجم اس کا پورا احساس رکھنے والے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ O (پ۸:الاعراف ۲۳،ص۳۸۹) ان دونوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی اور اگر آپ ہماری بخشش نہ فرمائیں گے تو واقعی ہم بہت بڑا نقصان پانے والوں میں ہو جائیں گے۔

دوسرے مقام پر ہے وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی O ثُمَّ اجْتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیْہِ وَھَدٰی O...... فَمَنِ اتَّبَعَ ھُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی O (پ۱۶:طٰہٰ:۱۲۱-۱۲۳،ص۶۰۸) اور آدم (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا تو غلطی میں پڑ گئے۔ پھر ان کو (جب انہوں نے معذرت کی) ان کے پروردگار نے (زیادہ) مقبول بنالیا تو ان پر توجہ فرمائی اور راہ (راست) پر قائم رکھا۔۔۔ جو شخص میری ہدایت کا اتباع کرے تو وہ نہ (دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) دکھ اٹھائے گا۔

حضرت لوط علیہ السلام: قَالَ یٰقَوْمِ ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ (پ۱۲:ھود۷۸،ص۴۳۷) انہوں نے فرمایا اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں یہ تمہارے لئے (جائز اور) پاک ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام: فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ

اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ۝
(پ ۱۷:الانبیا:۸۷،ص ۶۲۵) پس انہوں نے اندھیروں (مچھلی کے پیٹ) میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں آپ پاک ہیں بے شک میں قصورواروں میں سے ہوں۔

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ‌ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىۡ‌ ط اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتی بے شک نفس تو (انسان کو) برائی ہی سکھاتا ہے مگر جس پر میرا پروردگار رحم فرمائے (پ۱۳:یوسف:۳۵،ص ۴۵۹) تمام مترجمین اسے یوسف علیہ السلام کا قول قرار دیتے ہیں امیر المکرم اسے قول زلیخا قرار دے رہے ہیں تفصیل اور تائید کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر عثمانی واسرار التنزیل۔

قرآن پاک سے متعلق مشت نمونہ از خروار

☆ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ‌ ط
(پ۳:آل عمران:۷،ص ۹۵)
جس کی کچھ آیات محکم ہیں وہی اصل کتاب ہیں اور کچھ دوسری متشابہ ہیں۔

دوسرے مقام پر متشابہ کا ترجمہ ہے:
كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا (پ۲۳:الزمر:۲۳،ص ۸۷۵)
کتاب (جس کی آیات) ملتی جلتی ہیں۔

☆ وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ حُكۡمًا عَرَبِيًّا‌ ط
(پ۱۳:الرعد:۳۷،ص ۴۸۳)
اوراسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو نازل فرمایا یہ ایک فرمان ہے عربی زبان میں۔

☆ سُوۡرَةٌ اَنۡزَلۡنٰهَا وَفَرَضۡنٰهَا
(پ۱۸:النور:۱،ص ۶۶۴)
یہ ایک سورۃ ہے جس کو ہم نے نازل فرمایا اور اس (کے احکام) کو ہم نے فرض کردیا۔

☆ وَقَالَ الرَّسُوۡلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِى اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا۝ (پ۱۹:الفرقان:۳۰،ص ۶۸۸)
اور (اس دن) پیغمبر عرض کریں گے کہ میرے پروردگار! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا۔

نمونۂ قرآنی فقہی آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہوں۔

وَمَا جَعَلَ اَزۡوَاجَكُمُ الّٰٓـىِٕۡ تُظٰهِرُوۡنَ مِنۡهُنَّ اُمَّهٰتِكُمۡ
(پ۲۱:الاحزاب:۴،ص ۷۹۴)
اور ان بیبیوں کو جن سے تم نے ظہار (بیوی سے کہنا کہ تم میری ماں کی پیٹھ جیسی ہو) کر لیتے ہو، تمہاری ماں نہیں بنایا۔

وَاِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى۝
(پ۲۸:الطلاق:۶،ص ۱۰۶۱)
اور اگر تم باہم ضد کرو گے تو اُس (بچے) کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی۔

مختلف موضوعات (مراد الٰہی، قرآن فہمی، عربی دانی ادبی ذوق وغیرہ سے متعلق)

لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰى وَزِيَادَةٌ‌ ط
(پ۱۱:یونس:۲۶،ص ۴۰۱)
جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لئے نیکی (جنت) ہے اور زیادہ (دیدار باری) بھی

وَمَرۡيَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا
(پ۲۸:التحریم:۱۲،ص ۱۰۶۶)
(دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی آبرو کو محفوظ رکھا۔

يَوۡمَ نَدۡعُوۡا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمۡ‌ ۚ
(پ۱۵:بنی اسرائیل:۷۱،ص ۵۴۹)

اور جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ

(پ۷:الانعام:۸۲،ص۲۶۱)

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا۔

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ۝

(پ۱۹:النمل:۲۲،ص۷۱۸)

کہنے لگا میں ایسی خبر لایا ہوں جس کے بارے میں آپ کو علم نہیں اور میں آپ کے پاس (شہر) سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔

فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝

(پ۲۳:ص:۳،ص۸۶۰)

تو انہوں نے بہت چیخ و پکار کی مگر وہ وقت رہائی کا نہ تھا۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝

(پ۲۹:الملک:۳،ص۱۰۶۷)

تو تو پھر سے نگاہ ڈال (کر دیکھ لے) کیا تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ

(پ۱۱:الرعد:۳،ص۴۷۲)

اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا فرمائے۔

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝

(پ۲۷:الرحمٰن:۶،ص۱۰۰۸)

اور بوٹیاں اور درخت (اُسی کو) سجدہ کر رہے ہیں۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ (پ۱۳:ابراہیم:۳۶،ص۴۹۳) اے ہمارے پروردگار! بے شک میں نے اپنی اولاد کو آپ کے عزت والے گھر کے پاس (کفِ دست) میدان (مکہ) میں آباد کیا جہاں کھیتی بھی نہیں ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (پ۱۵:الکھف:۶، ص۵۵۸) (آپ ان پر اتنا غم کھاتے ہیں) سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر وہ اس بات (قرآن) پر ایمان نہ لائے تو مارے غم کے اپنی جان دے دیں (یعنی اتنا غم نہ کیجئے)

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ .... ظُلُمٰتٌ ۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ (پ۱۸:النور:۴۰،ص۶۷۵) یا (ان کی مثال ایسی ہے) جیسے گہرے سمندر میں اندھیرے۔۔۔اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں۔

اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا

بے شک میری ہڈیاں (بڑھاپے کی وجہ سے) کمزور ہو گئی ہیں اور بڑھاپے کا شعلہ سر سے جا نکلا ہے۔

(پ۱۶:المریم:۴،ص۵۷۹)

بمصداق دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسن تو بسیار۔ کس کس خوبی کو بیان کیا جائے اور کسے چھوڑا جائے۔

انشاءاللہ العزیز حضرت امیر مکرم مدظلہم کا آسان، عام فہم، بامحاورہ ترجمہ قرآن ''اکرم التراجم'' تمام دینی حلقوں میں شرف قبولیت پائے گا۔ علماء و عوام یکساں مستفید ہو سکیں گے۔ فرقہ واریت کا خاتمہ ہوگا تمام مکاتبِ فکر کے لوگ اس سے استفادہ کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ اسے اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

والله ولی التوفيق

وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد واله وصحبه وسلم

پارہ 10
سورۃ الانفال
آیت 41

# اکرم التفاسیر

شیخ المکرم حضرت
امیر محمد اکرم اعوان
مدظلہ العالی

## حیات اور موت

9.12.11

الحمد لله رب العلمين ۞ والصلوٰة والسلام على حبيبه محمد وآله واصحابه اجمعين

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم ۞

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰى وَ الۡيَتٰمٰى وَ الۡمَسٰكِيۡنِ وَ ابۡنِ السَّبِيۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا يَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ

اللهم سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم . مولايا صلي وسلم دائما ابدا على حبيبك خير الخلق كلهم.

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰى وَ الۡيَتٰمٰى فرمایا: اچھی طرح جان لو کہ جو چیز بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کا اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے۔ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو وَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا يَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ اور جو ہم نے اپنے بندے پر حق و باطل میں فرق کرنے کے دن نازل فرمایا کہ دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں تھیں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے پہلے تمام امتوں میں جہاد تو فرض رہا لیکن جب کفار کو شکست ہوتی، شکست خوردہ لشکر جو کچھ میدان میں چھوڑ جاتا مال، اسباب، اسلحہ، زرہ، گھوڑے وغیرہ وہ فاتح فوج کے حصے میں آتا تو مال غنیمت کا کھانا کسی مذہب میں بھی حلال نہیں تھا بلکہ اسے ایک جگہ جمع کر دیتے تھے اور آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا دیتی۔ تو یہ اس مال کی قبولیت کی بھی دلیل تھی اور جہاد کی قبولیت کی بھی دلیل ہوتی تھی۔ اور اگر کبھی کوئی مال اس طرح نہ جلتا یا آسمان سے آگ نہ آتی تو پھر یہ سمجھا جاتا کہ یہ مال منحوس ہے اور اس جہاد میں کوئی کمی رہ گئی تھی کہیں کوئی خلوص نہیں تھا یا کوئی عمل حکم الٰہی کے مطابق نہیں ہوا، کوئی کمی رہ گئی پھر اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ پر مال غنیمت، آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے طفیل آپ ﷺ کی امت پر حلال کر دیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان پر زکوٰۃ کو منع کر دیا گیا زکوٰۃ سے روک دیا گیا۔ چونکہ زکوٰۃ لوگوں کے مال کا میل کچیل ہوتا ہے۔ زکوٰۃ مال کی پاکیزگی اور صفائی کے لئے دی جاتی ہے لیکن غنیمت کو حضور ﷺ پر حلال کر دیا گیا۔ اور جتنا بھی مال غنیمت

حاصل ہوتا اس کے چار حصے مجاہدین پر تقسیم ہو جاتے تھے۔ پانچواں حصہ اللہ کا اور بیت المال کا ہوتا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے تصرف میں ہوتا تھا یعنی اللہ کا اور اللہ کے رسول ﷺ کا ہے۔ اب اس کے خرچ کے مصارف کے کون کون سے مقام ہیں تو فرمایا وَلِذِی الْقُرْبٰی حضور اکرم ﷺ کے قرابت داروں کے لئے، یتیموں اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے۔ تو اللہ کریم نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو بیت المال میں جاتا ہے وہ حضور اکرم ﷺ کی تحویل میں دیا اور اس کے مصارف ارشاد فرما دیئے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان مصارف میں برابر تقسیم ہوگا بلکہ حضور اکرم ﷺ کی ملکیت ہے۔ جس کو جتنا ضروری سمجھیں جس کو جس قدر ضرورتمند سمجھیں اس کو اس قدر عطا فرما دیں۔ اس کی تقسیم کے مصارف ارشاد فرما دیئے لیکن اسے تقسیم کرنے کا اختیار رسول اللہ ﷺ کا تھا اور جتنا حضور ﷺ اپنے خرچ کے لئے چاہیں رکھ لیں اپنے قرابت داروں کو عطا فرمائیں یتیموں کو مساکین کو اور مسافروں کو عطا فرمائیں اور ان کی مدد فرمائیں۔ اور اسے اس انداز سے ارشاد فرمایا اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو، اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو پھر یہ تقسیم اللہ کی ہے۔ اللہ نے اسے اس طرح سے کر دیا ہے لہٰذا کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور یہ حکم حق و باطل میں فرق کرنے کے دن اپنے بندے ﷺ پر نازل فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد معرکہ بدر کو اللہ نے یوم الفرقان کہا ہے یعنی معرکہ بدر نے حق و باطل میں، مومن و کافر میں، سچ اور جھوٹ میں تفریق پیدا کر دی، امتیاز پیدا کر دیا۔ یہ تاریخ انسانی کا ایک عجیب معرکہ ہے جس کی تاریخ بڑی عجیب ہے کہ اہل مکہ نے پورے مکہ میں چندہ کیا اور ایک تجارتی قافلہ بھیجا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ یہ قافلہ کما کر لائے گا اس سے جنگی تیاریاں کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی جائے گی اور مدینہ منورہ اور اس کے رہنے والوں کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ جب وہ قافلہ اپنا تجارتی مال و اسباب بیچ کر تجارت کر کے واپس ہو رہا تھا تو مسلمانوں کو اطلاع ملی۔ انہوں نے اس قافلے کا راستہ روکنے کا ارادہ فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ اب عجیب بات ہے قدرت کے اپنے کام ہیں اور اللہ کریم اس دار دنیا میں، عالم اسباب میں مسبب الاسباب بھی خود ہے، اسباب بھی پیدا فرما دیتا ہے۔ ترک سبب نہیں فرماتا۔ تو عجیب سبب پیدا ہوا کہ ادھر مکہ والوں کو بھی اطلاع ہوگئی کہ مسلمان قافلے کا راستہ روکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے بڑا شور کیا، اکٹھے ہوئے اور ایک ہزار کا لشکر جرار بڑے بڑے چیدہ سردار اور بڑے بڑے لڑاکا نوجوان اور اسلحہ اور خوراک اور سواریاں، اونٹ اور گھوڑے لے کر وہ قافلے کو بچانے کے لئے چل پڑے۔ تو ایک عجیب منظر بن گیا کہ مسلمان بدر میں پہنچے تو بدر سے ڈھائی تین میل نیچے سمندر کی طرف سمندر کے ساحل کے کنارے قافلہ جب جا رہا تھا تو بدر کے میدان کے دوسرے کنارے پر مشرکین مکہ پہنچ گئے۔ اب ظاہر ہے قافلہ تو ایک طرف سے گزر رہا تھا وہ تو بچ کر نکل گیا۔ جب قافلہ نکل گیا تو مسلمانوں کو تو کسی لشکر سے لڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسلحہ بھی بہت کم تھا، سواریاں بھی نام کی تھیں، راشن بھی نہیں تھا، لڑنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مشرکین مکہ کا مقصد قافلے کو بچانا تھا ان کا مقصد پورا ہو گیا قافلہ بچ کر نکل گیا۔ انہیں بھی اب لڑائی کی ضرورت نہیں تھی انہیں واپس چلے جانا

چاہیے تھا لیکن اللہ کو منظور یہ تھا کہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ سو اللہ نے فرمایا اگر تم اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمایا اس دن جو یوم الفرقان تھا جس نے حق و باطل میں فرق کر دیا۔ چنانچہ مسلمان اور کافر ٹکرا گئے۔ عددی قوت بھی مسلمانوں کی بہت کم تھی، افرادی قوت بھی کم تھی، راشن بھی نہیں تھا، اسلحہ بھی نہیں تھا۔ کفار کے بڑے مشاق نوجوان اور بڑے بڑے سردار تھے، بڑا اسلحہ تھا راشن بھی وافر تھا لیکن جب مقابلہ ہوا تو نہ صرف انہیں شکست فاش ہوئی بلکہ چیدہ چیدہ چوٹی کے ستر جنگجو میدان میں کھیت رہے اور ستر نامور قید ہو گئے اور لشکر تباہ و برباد ہو کر شکست کھا کر میدان سے بھاگ گیا اور حق و باطل کا فرق ہر ایک کے لئے واضح ہو گیا۔ اللہ کریم نے اسے یوم الفرقان ارشاد فرمایا ہے۔ یَوْمَ التَقَى الْجَمْعٰنِ جب دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں تھیں۔ تو قدرت باری کا نظارہ ہر ایک نے کر لیا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے اسباب سے مالا مال اور بڑے متکبر اور مغرور اور بڑے جنگی ماہرین کے لشکر کو شکست فاش دی اور نسبتاً افرادی قوت میں بھی کمزور، اسلحہ بھی کم، راشن بھی کم لیکن چونکہ حق ساتھ تھا تو لشکر اسلام کو فتح ہوئی اور وہ دن حق و باطل کے درمیان فرق ظاہر کرنے کا دن تھا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اہل مکہ نہ صرف مشرک تھے، نہ صرف بت پرست تھے بلکہ ان کا نظام بھی ظالمانہ تھا۔ غریبوں کو زبردستی غلام بنا لیا جاتا، پکڑ کر بیچ دیا جاتا، پھر فروخت در فروخت ہوتے پتہ نہیں کہاں چلے جاتے۔ غلام کی زندگی کا کلی اختیار مالک کے پاس ہوتا تھا حتیٰ کہ اگر چاہے تو اسے قتل کر دے۔ جتنا چاہے بوجھ اس پر ڈالے، جو کام وہ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا سارا دن اس سے کام کرائے۔ بچا کچا کھانا اسے دے دیا، پھٹا پرانا لباس دے دیا بلکہ غلاموں کو پورا لباس نہیں دیا جاتا تھا آدھا لباس دیا جاتا تھا تا کہ شناخت رہے کہ یہ غلام ہے۔ تو ایک ظالمانہ ماحول تھا ایک ناانصافی کی دنیا تھی جس کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے، مسلمانوں نے، اسلام نے آواز بلند کی اور میدان جنگ میں مقابلہ کیا اور حق کو فتح ہوئی اور لوگوں کو اپنے حقوق ملنا شروع ہوئے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ہم شکاگو کے مزدوروں کا دن مناتے ہیں یوم بدر نہیں مناتے جو واقعی مظلوموں سے ظلم کو اکھاڑ پھینکنے کا دن تھا۔ اور تاریخی اعتبار سے ہزاروں صدیوں بعد ایسا دن اس بوڑھے آسمان نے دیکھا ورنہ صدیاں گزر گئیں تھیں غریبوں کو پستے، ظلم سہتے، مار کھاتے، بکتے اور فروخت ہوتے۔ تو فرمایا اللہ ہر چیز پر قادر ہے جب وہ چاہتا ہے تو اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے اور ان اسباب میں نتائج بھی پیدا کر دیتا ہے۔ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ جس دن، جس وقت تم میدان کے قریبی سرے پر تھے، دوسرے سرے پر مشرکین مکہ تھے اور قافلے والے نیچے سمندر کی طرف تھے۔ قافلہ تو بچ کر نکل گیا۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ مسلمان میدان بدر کے ایک سرے پر تھے، دوسرے سرے پر مشرکین مکہ تھے اور قافلہ ڈھائی تین میل نیچے کی طرف سمندر کے کنارے سے گزر رہا تھا۔ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ فرمایا اگر تم کوئی بات طے کرتے تو وقت مقرر پر ضرور آگے پیچھے ہو جاتے۔ اگر یہ فیصلہ انسانی ہوتا، لوگوں کی آراء پہ ہوتا تو شاید قافلہ پہلے نکل جاتا مکے والے بعد میں پہنچتے۔ قافلے والے اور طرف سے نکل جاتے اور مسلمان کہیں اور پہنچ جاتے، آگے پیچھے

ہو سکتے تھے۔ وقت کا اس طرح متعین ہونا کہ مکے والے بھی پہنچیں، قافلہ بھی وہیں سے گذر رہا ہو اور مسلمان بھی وہیں پہنچ جائیں یہ اللہ کریم کی اپنی منصوبہ بندی تھی۔ اگر لوگوں کی رائے پہ ہوتا تو اس میں اختلاف ہو جاتا۔

اسلام میں رائے دینا منع نہیں ہے رائے ٹھونسنے کی اجازت نہیں ہے۔ اختلاف رائے ہوتا ہے کہ ہر کوئی اپنی اپنی رائے دیتا ہے وہ ایک دوسرے سے مطابقت کرتی ہے یا نہیں۔ مشورہ ہر کوئی اپنی صوابدید پر دیتا ہے مگر عمل اس پر ہوتا جو فیصلہ امیر کرتا ہے، سب کی رائے سن کر فیصلہ امیر کا ہوتا ہے۔ یہاں تک تو ہوتا ہے اختلاف رائے لیکن اگر کوئی بات پر اصرار کرے اور اڑ جائے کہ میری ہی رائے پر عمل کیا جائے تو پھر اختلاف رائے نہیں رہتا پھر یہ مخالفت بن جاتی ہے اور یہ جماعتوں حکومتوں اور قوموں کے لئے تباہی کا سبب بنتی ہے اور اس سے امور سلامتی سے طے نہیں پاتے کہ ہر کوئی اپنی رائے دوسرے پر مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آج ہمارا ایک بڑا مسئلہ جو پورے ملک میں افراتفری کا سبب بنا ہوا ہے اور جس میں دہشتگردی بھی شامل ہے، قتل و غارت گری بھی شامل ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟ کیوں لوگ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں؟ اگر آپ تلاش کریں گے تو اس کی بنیاد یہی ہے کہ وہ اپنی رائے دوسرے پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جیسا میں کہتا ہوں سارے وہی بات مان لیں۔ تو جب یہ اختلاف مخالفت کی حد کو پہنچتا ہے تو پھر آپس میں لڑائی اور بربادی شروع ہو جاتی ہے۔ تو اختلاف رائے کا حق تو ہر ایک کو ہے لیکن امور وہ ہستی طے کرے گی جس کو مسلمانوں نے اپنا امیر منتخب کیا ہے اور سب کو اس کی اطاعت کرنا ہوگی۔ یعنی رائے دینے کا حق تو ہے رائے مسلط کرنے کا، ٹھونسنے کا حق نہیں ہے۔

اور اگر ایسا ہوتا تو ضرور وقت مقررہ پر آگے پیچھے ہو جاتا لوگ آپس میں جھگڑ رہے ہوتے، وقت نکل جاتا، قافلہ نکل جاتا، اہل مکہ کہیں اور پہنچتے، مسلمان کہیں اور پہنچتے لیکن وَلٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا اللہ جو چاہتا ہے وہ پورا کر سکتا ہے تا کہ اللہ اپنے کام کو جو وہ کرنا چاہتا ہے اسے پورا فرمائے۔ تو کوئی اختلاف رائے بھی مسلمانوں میں نہ ہوا۔ عجیب بات ہے کہ اہل مکہ بھی موقع پر پہنچ گئے اور قافلہ بھی بچ کر نکل گیا۔ تو اب پیچھے دو جماعتیں بچ کر رہ گئیں۔ مسلمان 313 تھے ان کے پاس آٹھ زرہیں، چھ تلواریں، آٹھ دس گھوڑے، کھانے کو پانچ پانچ کھجوریں، یوم بدر بھی حضور اکرم ﷺ نے تقسیم کی تھیں جو سارے دن کا کھانا تھا۔ دوسری طرف کفار کا لشکر تھا جو ایک ہزار لوگوں پر اور تجربہ کار جنگجوؤں پر مشتمل تھا اور جس میں بڑے بڑے مکہ کے سردار بھی موجود تھے۔ تو فرمایا اللہ جب چاہتے ہیں جب اللہ کو کوئی کام منظور ہو تو وہ ہو جاتا ہے اسکے اسباب بھی اللہ پیدا فرما دیتے ہیں۔ اہل مکہ کو بھی تحریک ہوئی ایسے وقت پر نکلے اور اس طرح انہوں نے سفر طے کیا کہ مقررہ وقت پر بدر میں پہنچ گئے۔ قافلے والوں کو خبر ہوگئی انہوں نے رات کو ہی اپنا مال و اسباب اونٹوں پر لادا اور راتوں رات نکلنے کی کوشش کی۔ وہ ایک طرف سے بچ کر نکل گئے اور مسلمان بھی میدان بدر میں اسی وقت پہنچ گئے تو اللہ کریم چاہتے تھے کہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ جسے ہلاک ہونا ہے وہ بھی واضح دلیل پر ہلاک ہو اسے پتہ چلے کہ میں ظلم کر رہا ہوں میں ناحق پر ہوں۔ حق پر کون ہے

وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ جسے زندگی نصیب ہو اس کے پاس بھی واضح دلیل ہو۔

یاد رکھیں! ہم اس دنیاوی زندگی کے خاتمے کو موت سمجھتے ہیں کہ جس کی سانس رک گئی دل کی دھڑکن بند ہوگئی وہ مرگیا ہے۔ قرآن کریم ایمان کے چلے جانے کو حقیقی موت قرار دیتا ہے۔ جسے عرفاً ہم موت کہتے ہیں یہ زندگی کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ نئی زندگی کی ابتداء ہے۔ دنیا کی عارضی زندگی کا خاتمہ ہے اور آخرت کی ابدی زندگی کی ابتداء ہے تو مرنے والا ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتا ہے۔ لیکن جس کا دل ایمان سے خالی ہو جائے وہ مرگیا وہ تباہ ہوگیا ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن گیا۔ تو قرآن کریم کی اصطلاح میں ایمان سے محرومی کو موت کہا گیا ہے۔ ایمان سے جو محروم ہوتا ہے وہ بھی یہ دیکھ لے کہ ایمان اور حق کے ساتھ فاتح ہونا بغیر اسباب دنیا کے، ان کے حق پر ہونے کی اور تائید باری کی دلیل ہے کہ اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہے۔ اور کافروں کا باوجود اسباب کے ہلاک ہو جانا، شکست کھا جانا، تباہ ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ کی مدد سے محروم ہیں۔ اب جسے ایمان سے محروم ہونا ہے اس کے سامنے بھی حق تو واضح ہوگیا، دلیل تو واضح ہوگئی۔ اب اگر وہ حق سے محروم ہوتا ہے، ایمان سے محروم ہوتا ہے تو ہوتا رہے اور جسے اللہ نے نور ایمان بخشا ہے اس کے پاس بھی یہ دلیل آگئی کہ اللہ کی تائید حاصل ہے تو فتح نصیب ہوئی اور حق کا قیام ہوا۔ صرف فتح مقصود نہیں ہوتی۔ مقابل دو بندے ہوں یا دو فوجیں ہوں یا دو قومیں ہوں یا دو ملک ہوں تو جب وہ میدان میں اترتے ہیں تو ایک ہارتا ہے ایک جیتتا ہے۔ اسلام اس ہار جیت کو فتح شکست نہیں کہتا۔ اسلام فتح کہتا ہے کہ حق غالب آئے، انصاف غالب آئے، عدل غالب آئے، امن غالب آئے ایسی فتح جس کے نتیجے میں حقوق ملیں، ہر ایک کو انصاف ملے، ہر ایک کے ساتھ عدل کیا جائے یہ کامیابی جو ہے اس میں تائید باری ہے اور شکست یہ ہے کہ ظلم کو شکست ہو زیادتی کو شکست ہو، ناانصافی کو شکست ہو تو اسلام اس کو حق کی دلیل قرار دیتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ ساری انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے اور قیامت تک کے لوگوں کے لئے مبعوث ہوئے۔ گورے کالے ہر طرح کے لوگ جو دنیا میں شمال جنوب، مشرق مغرب میں جہاں تک انسانیت پھیلی ہوئی ہے وہاں تک کے لئے آپ ﷺ رسول مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں جب ریاست اسلامی قائم فرمائی تو قرب و جوار کے حکمرانوں کو بھی اپنے گرامی نامہ ہائے مبارک قاصدوں کو دیکر روانہ فرمائے اور دعوت اسلام دی۔ لیکن اس کے باوجود دنیا دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ روئے زمین میں خوش قسمت ترین ٹکڑا عرب کی سرزمین ہے، جزیرہ نمائے عرب کی زمین ہے جس نے قدوم مصطفیٰ ﷺ کے بوسے لئے۔ کسی دوسری زمین پر حضور ﷺ نے حیات مبارکہ میں قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ تو پیغام ساری انسانیت کے لئے تھا۔ حضور اکرم ﷺ کا سفر دنیا مدینہ یا مکہ مکرمہ یا اس کے نواح میں یا پھر طائف تک رہا۔ مکہ مکرمہ کے نواح میں جہاں آپ ﷺ کی پرورش ہوئی یا آپ ﷺ طائف تک تشریف لے گئے یا مختلف قبائل، یا مدینہ منورہ یا تبوک تک۔ یعنی یہ سارا سفر جو دنیا میں آپ ﷺ نے زمین کو اپنے مبارک قدموں سے نوازا وہ جزیرہ نمائے عرب کے اندر ہے اور مبعوث ہوتے ہیں حضور ﷺ روئے زمین کے لئے۔ تو وصال نبوی ﷺ کے بعد یہ ذمہ داری خلفاء راشدین ؓ پر آپڑی۔ صحابہ کرام ؓ پر تھی اور اُن کے امیر خلفاء راشدین

تھے۔ تو آپ اندازہ کیجئے کہ 23 برس عہد نبوت ہے بعثت کے بعد 13 برس حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، دس برس حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور 23 برس میں دین مکمل ہوگیا۔ قرآن پورا نازل ہوگیا، قرآن لوگوں کو سکھا دیا گیا، ہزاروں کی تعداد میں لوگ حافظ ہوگئے جن کے سینوں میں قرآن محفوظ ہوگیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ہر آیت، ہر سورۃ ترتیب کے ساتھ لکھوادی۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی حضور ﷺ فرماتے یہ فلاں سورۃ میں لکھو، اسے فلاں آیت سے پہلے فلاں کے بعد لکھو۔ تو یہ ساری ترتیب جو قرآن کی آج ہمارے پاس ہے یہ ساری نبی کریم ﷺ کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ قرآن مکمل ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اُن خوش نصیبوں کو جنہیں شرف صحابیت نصیب ہوا احکام دین سکھا دیئے۔ بلکہ دس برس وہ لوگ عمل کرتے رہے حضور ﷺ مشاہدہ فرماتے رہے اور تصدیق فرماتے رہے کہ اس حکم کا یہی طریقہ ہے اور اس پر ایسے ہی عمل ہوگا۔ دین مکمل ہوگیا حضور ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ جزیرہ نمائے عرب کے باہر تو سارا روئے زمین پڑا تھا وہ ذمہ داری خلفاء راشدین کو تفویض ہوئی اور آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں وصال نبوی کے بعد ٹھیک 23 برسوں میں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک پورے روئے زمین تک اسلام کا پیغام پہنچ چکا تھا۔ ایک ایسی سلطنت وجود میں آ چکی تھی جو شمال میں سائبریا سے جنوب میں افریقہ تک نکل گئی تھی اور مغرب میں سپانیہ تک اور مشرق میں چین تک پہنچ گئی تھی۔

جاری ہے۔


رزق حلال عین عبادت ہے

العروج

انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A

☆ زیارت حرمین شریف کیلئے ویزہ عمرہ حاصل کریں۔

☆ اکانومی اینڈ سٹار ہوٹلز پیکج دستیاب ہے۔

☆ احباب سلسلہ کو گروپ بنا کر بھی بھجوایا جاسکتا ہے۔

☆ حج کا ارادہ رکھنے والے حضرات ابھی سے پاسپورٹ جمع کرواسکتے ہیں

﴿ارشاد نبوی ﷺ﴾

حج وعمرہ کرنے والا کبھی غریب نہ رہے گا۔

العروج

انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ

Ph: 0462-51159,512559 Fax: 0462-510559

Mob: 0334-6289958

E-mail:alarooj@hotmail.com

پروپرائیٹر

حافظ حفیظ الرحمن

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

# من الظلمت الی النور

چوہدری ارشد اقبال کاہلوی

15/16 جنوری 2011ء کی شدید سرد اور دھند زدہ رات کے 2 بجے جب میں دم گھٹنے کی وجہ سے نیند سے بیدار ہوکر اپنے بیڈ پر تھا۔ شدید گھٹن اور سینے کی درد کے باعث میرا بیٹا مجھے لے کر قریبی ہسپتال میں رات تین بجے پہنچا۔ صبح 6 بجے تک ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوششوں کی وجہ سے اللہ پاک نے مجھے زندگی کی مزید مہلت عطا فرمائی اور شدید قسم کے ہارٹ اٹیک سے باہر آیا تو میں ہسپتال کے بستر پر لیٹا ہوا یہ سوچ رہا تھا کہ قدرت اگر مجھے مزید مہلت عطا نہ کرتی اور میں راہئ ملک عدم ہو جاتا تو میرے سینے میں پوشیدہ راز بھی میرے ساتھ ہی دفن ہو جاتے اور لوگ میرے شیخ محترم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ جو منارہ ضلع چکوال میں لوگوں کی روحانی بالیدگی اور تزکیۂ نفس کی جو تربیت فرما رہے ہیں اُس کے کئی پہلو شاید مخفی رہ جاتے۔ سو میں نے ارادہ کرلیا کہ جیسے ہی میں کچھ سوچنے سمجھنے اور لکھنے لکھانے کے قابل ہوا تو ضرور کچھ مخفی حقائق سے پردہ اٹھاؤں گا۔ تخیل نے پرواز کی اور میں 1977ء کے دور میں پہنچ گیا۔ جب میری عمر ابھی 16/17 برس تھی۔ بھٹو صاحب کا دور حکومت تھا۔ نیا نیا بھٹو فیشن آیا تھا۔ میں سروس کے سلسلے میں کراچی میں مقیم تھا۔ ہم لوگ کورنگی کریک کراچی میں رہتے تھے۔ ایک دن میرا ایک دوست مجھے اپنے ایک عزیز کے ہاں صدر کراچی لے گیا۔ جب ہم میزبان سے چائے وغیرہ لے چکے۔ تو میزبان نے اپنا تعارف اسسٹنٹ ڈائریکٹر، اسٹیٹ بنک، کراچی کے طور پر کروایا۔ باریش شخص تھے۔ پنجاب میں ہمارے گاؤں کے قریبی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ خاندانی تعارف کے بعد وہ میرے چچا کے کلاس فیلو نکلے۔ اس طرح میرا آنا جانا ان کے گھر ہو گیا۔ کراچی میں بل باٹم کا رواج تھا۔ یعنی کھلے پائنچے والی پینٹ اور تنگ بلاؤز والی شرٹ، اُن دنوں یہ ہمارا لباس تھا۔ ایک دن میں اور میرا دوست چھٹی کے روز ان کے فلیٹ پر گئے تو کئی اجنبی باریش لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم بھی سلام کر کے بیٹھ گئے۔ جو بھی آتا بڑی عقیدت سے اُن کا ہاتھ چومتا اور باادب ہو کر ایک طرف بیٹھ جاتا۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے سب سے خطاب کیا۔ بڑی پیاری اور میٹھی باتیں کہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر خیر تھا۔ خطاب کے بعد بقول اُن کے پہلے ذکر خفی ہوا اور بعد میں زور زور سے اللہ ہو زبان سے ادا کرتے رہے۔ ہم لوگ بیٹھے دیکھتے رہے۔ وہ ذکر خفی میں ناک سے شوں شوں کی آواز نکالتے رہے اور سر دھنتے رہے۔ اس عمل کے بعد سب نے مل کر کھانا کھایا۔ ہم لوگ واپس آ گئے۔ پھر تو اکثر ہمارا آنا جان اُن کے گھر ہو گیا۔ وہ بڑی پیاری اور عجیب باتیں کرتے تھے۔ جو اس وقت ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اُن کی شفقت اور ملنساری کا ہم پر گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھ پر بیعت کی دعوت دی جو میں اُن کے حسن اخلاق کی وجہ سے رد نہ کر سکا میں نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کرلی۔ اُن دنوں مجھے نہیں معلوم تھا کہ بیعت کیا ہوتی ہے صرف یہ معلوم تھا کہ مرشد ہوتا ہے اور اس کے مرید ہوتے ہیں۔ خفی ذکر میں اکیلا کرتا تھا۔ میں پیر صاحب

کے کافی قریب تھا۔ وہ مجھ پر خصوصی توجہ بھی فرماتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ آپ چھٹی جا رہے ہیں وہاں پنجاب میں ہمارے مرشد یعنی کہ آپ کے دادا مرشد کا سالانہ عرس فلاں شہر میں ہو رہا ہے آپ فلاں تاریخ کو فلاں وقت وہاں پر پہنچ جانا ہم بھی وہاں ہوں گے۔ میں مقررہ تاریخ کو مقررہ مقام پر وقت مقررہ پر پہنچ گیا۔ رات کو تقریبات ہونا تھیں۔ پتہ چلا کہ تقریب میں بعض خلیفۂ مجاز کی دستار بندی وغیرہ ہو گی۔ تقریب بعد از نماز عشاء شروع ہوئی۔ تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ نعت شریف کے بعد چند تقاریر ہوئیں۔ رات تقریباً 11 بجے دستار بندی کا آغاز ہوا۔ دستار بندی کے لیے خلفاء مجاز کو آوازیں دی جانے لگیں تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کئی مجاز حضرات نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑے دادا پیر کو ان کے سامنے جا کر سجدہ کیا اور پھر ان سے دستار بندی کروائی۔ میرے دل میں فوراً ناپسندیدگی کا شعلہ سا لپکا اور میں محفل سے اٹھ کر چلا گیا۔ سراسر شرک! میرا دل کانپ گیا کہ ان سلاسل میں شرک ہی شرک ہے۔ میں بغیر کسی سے ملے اور اجازت لیے اپنے گھر واپس چلا گیا۔ چھٹی گزار کر جب میں واپس کراچی پہنچا تو پیر صاحب نے میرے دوست کے ذریعے پیغام بھیجا کہ مجھے آ کر ملیں۔ کسی چھٹی والے دن میں اُن سے جا کر ملا۔ انہوں نے بڑی شفقت سے مجھے اپنے پاس بٹھایا، حال احوال پوچھا اور پنجاب میں محفل سے جلدی اٹھ کر جانے کی وجہ پوچھی میں نے بتایا کہ اسلام میں اللہ پاک کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز نہیں آپ کے سلسلہ میں مشرکانہ کام ہو رہا ہے۔ غیر اللہ کو سجدہ ناقابل معافی جرم ہے میں اس جرم میں کیسے شریک رہ سکتا ہوں پیر صاحب فرمانے لگے ہمارے سلسلہ میں تعظیمی سجدہ جائز ہے یہ دراصل انسان کی انا کو ختم کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس بات سے نہ تو میرا دل مطمئن ہوا اور نہ ضمیر نے یہ بات ہضم کی۔ میں دل میں پیر صاحب سے اپنی بیعت واپس لینے کا ارادہ کر چکا تھا سو میں نے اُن کے ہاں آنا جانا کم سے کم کر دیا بلکہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔ اسی دوران میری ٹرانسفر کوئٹہ ہو گئی۔ میں پیر صاحب سے اپنی بیعت واپس لے چکا تھا۔ میرے دل میں ایک گرہ بندھ گئی کہ تمام سلاسل تصوف مشرکانہ عقائد رکھتے ہیں ان سے دور ہی رہا جائے تو بہتر ہے۔

وقت گزرتا رہا۔ 1995ء میں ریٹارمنٹ کے بعد میں نے اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ مصروف زندگی گزرنے لگی۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک ہو گیا۔ اس سے پہلے میں کراچی میں بھی اپنے ایک دوست کی وساطت سے کئی مسجد میں وقت لگا چکا تھا۔ چونکہ تبلیغ دین بھی اسلام کا ایک اہم شعبہ ہے۔ تبلیغی دوروں میں دین کی بنیادی باتیں سیکھیں۔ بلاشبہ تبلیغ دین کی ایک اہم اکائی ہے اور قرآن کا حکم ہے جس کا مفہوم ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کے کام کی طرف بلائے اور برائی سے منع کرنے والی ہو۔ لیکن دل کے نہاں خانہ میں کوئی خلش ضرور باقی تھی کہ کہیں نہ کہیں مجھ میں کمی ضرور موجود ہے لیکن سمجھ نہیں آتی تھی۔ دوکان پر اخبار آتی تھی اور تواتر سے خبریں شائع ہونے لگیں کہ منارہ کے مقام پر ایک شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی ہیں جو اپنے ہزاروں مریدوں کے ساتھ مارچ کرنے والے ہیں کہ ملک میں نفاذ اسلام ہو جائے۔ ہم دوست آپس میں بیٹھ کر اس مارچ کو محض ایک مذاق سے زیادہ اہمیت دینے کو تیار نہیں تھے۔ کہ اس مارچ سے نفاذ اسلام ملک میں ممکن ہے۔ خیر وقت گزرتا 2000ء میں الاخوان کے مقامی امیر ڈاکٹر سلیمی صاحب سے اُن کے کلینک میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے منارہ چلنے کی دعوت دی۔ ہم صرف اس وجہ سے تیار ہوئے کہ منارہ جا کر غیر شرعی خامیاں تلاش کرتے ہیں اور واپسی پر مذاق اڑائیں گے۔ ڈاکٹر سلیمی صاحب نے ہم دو دوستوں کو گاڑی کی اگلی نشست پر جگہ دی اور

تقریباً 6/7 گھنٹے کے طویل اور تکلیف دہ سفر کے بعد ہم منارہ ضلع چکوال پہنچ گئے۔ بہت ہی خوبصورت جگہ تھی۔ ہر سو پہاڑ ہی پہاڑ تھے دور دور تک سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا۔ دیدہ زیب جگہ تھی، میدانی علاقوں کی نسبت گرمی کافی کم تھی۔ جگہ دیکھ کہ دل خوش ہو گیا ہماری گاڑی اعوان پٹرول پمپ پر جا کر رکی۔ ہمیں نیچے اترنے کے لیے کہا گیا گاڑی سے اترے تو سڑک کے اس پار دار العرفان منارہ تحریر تھا آہنی گیٹ لگا ہوا تھا اور اندر بہت ہی بلند مسجد کا ایک مینار نظر آ رہا تھا۔ ہم سب بستر اٹھائے سڑک پار کر کے گیٹ سے اندر آئے۔ سیکورٹی چیکنگ اور نام وغیرہ لکھوانے کے بعد ہمیں اندر جانے کی اجازت ملی۔ گیٹ کے بائیں جانب سیکورٹی والوں کا کمرہ تھا۔ گیٹ کے دائیں طرف ایک کینٹین اور اسی سائڈ پر ایک کھانے کا میز تھا۔ گیٹ سے ہی پختہ سڑک اندر جا رہی تھی۔ سڑک پر چلتے ہوئے ہم مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ میس کے بالکل سامنے بائیں طرف لوگوں کے بیٹھنے کے لیے پختہ بینچ بنے ہوئے تھے۔ خوبصورت پارک کا منظر تھا۔ میس سے گزر کر سڑک کے دو حصے ہو گئے ایک سڑک زنانخانہ کی طرف اور ایک سڑک مسجد کے دروازے تک جاتی تھی۔ ہم مسجد کے دروازے کی طرف چلے گئے۔ مسجد کے دروازے کی بائیں جانب کچھ فاصلے پر مسجد کا ایک بہت ہی خوبصورت اور فلک بوس مینار نظر آ رہا تھا۔ مسجد کے دروازے کے ساتھ ہی بائیں طرف وضو کے لیے جگہ بنی ہوئی تھی۔ ہم مسجد کے داخلی دروازہ میں داخل ہوئے۔ داخلی دروازے کے اندر ہی جوتوں کے لیے آہنی سٹینڈ بنے ہوئے تھے جوتے وہاں پر رکھے۔ مسجد کے برآمدے میں داخل ہوئے تو اوپری منزل پر جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئیں تھیں۔ اُن سے ہوتے ہوئے اوپری منزل پر پہنچ اوپری منزل پر اندرونی دیوار کی کھڑکی کے ساتھ جگہ ملی۔ اپنے بستر بچھائے اور آرام کے لیے لیٹ گئے۔ کھڑکی کے شیشوں سے باہر جھانکا تو چھت کی جگہ سبز رنگ کا پلاسٹک کا بنا ہوا مسجد نبوی ؐ کے ماڈل جیسا ایک گنبد نظر آیا۔ جس کے نیچے ایک بہت بڑا ہال تھا۔ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حیرانگی سے وہ گنبد دیکھنے لگے۔ ہر چیز عجیب لگ رہی تھی۔ گنبد لوہے کے راڈز پر بنایا گیا تھا۔ جو سمنٹ کے بہت سے ستونوں پر رکھا گیا تھا۔ عجیب اور روح پرور منظر تھا۔ کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر سلیمی تشریف لائے اور ہمیں لے کر کھانے کے لیے چلے مسجد سے باہر آ کر میس میں داخل ہوئے۔ فوجی میسوں کی طرح میز اور کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ مزید حیران ہوئے کہ بڑا ماڈرن مولوی ہے۔ سلیمی صاحب نے ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا خود بھی ہمارے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ کچھ نوجوان اور کچھ باریش بزرگ کھانا تقسیم کر رہے تھے۔ ہمارے سامنے بھی کھانا رکھا گیا۔ ہم نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور میس سے باہر آ گئے اور میس کے سامنے جو خوبصورت پارک تھا اس میں بیٹھ گئے۔ لان کے بائیں طرف باہر والی دیوار کے ساتھ دو خوبصورت گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ دائیں طرف نظر جو ڈالی تو ایک اونٹنی بندھی ہوئی تھی۔ لان کے اندر مور گھوم رہے تھے۔ حیرانگی پر حیرانگی ہو رہی تھی۔ لان سے تھوڑے فاصلے پر پانی کی ٹنکی اور طہارت خانے بنے ہوئے تھے۔ اذان کی آواز بلند ہونے لگی نزدیک کوئی آبادی نظر نہیں آ رہی تھی لیکن جب نماز کے لیے گئے تو نمازیوں سے مسجد بھر گئی بلکہ برآمدہ بھی نمازیوں سے بھرا نظر آیا۔ حیران ہوئے کہ اتنے نمازی کہاں سے آ گئے۔ نماز کے بعد سلیمی صاحب نے بتایا کہ حضرت جی ذکر کروائیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد دیواروں سے آواز آئی جب نظر ڈالی تو پتہ چلا کہ مسجد میں چھوٹے چھوٹے سپیکر لگے ہوئے ہیں۔ آواز آئی سبحان اللہ والحمدللہ اور کئی کلمات ادا کیے گئے۔ اللہ اللہ ذکر شروع ہو گیا۔ ہم ذکر میں بیٹھے رہے۔ میں چونکہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ میں پہلے ذکر خفی کر چکا تھا اس لیے میں بھی ذکر میں شامل ہو گیا کافی مزہ آیا۔ دعا کے بعد ہم

لوگ بستر کی جانب گئے۔ ہم سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ کوئی غیر شرعی چیز تلاش کریں کیونکہ ابھی تک تو کوئی غیر شرعی چیز نظر نہیں آئی تھی۔ اوپر والی منزل پر کافی لوگ تھے کئی حلقے بنے ہوئے تھے بزرگ حضرات بیان کر رہے تھے اور لوگ سن رہے تھے۔ ہم بھی ایک حلقے میں جا کر بیٹھ گئے اور کئی چبھتے ہوئے سوال کیے۔ بزرگ اطمینان سے سنتے رہے۔ انہوں نے ایک ہی بات کی کہ سوالات چھوڑ دیں۔ اور صرف اللہ کے نام کا ذکر کریں۔ آپ کے ہر سوال کا جواب آپ کو وقت پر خود بخود ملتا جائے گا۔ بزرگ اور اُن کے ساتھی ذکر کرنے لگے اور ہم اٹھ کر اپنے بستر پر آ گئے رات دیر سے سوئے اور فرش پر بستر ہونے کی وجہ سے دیر سے ہی نیند آئی ہو گی۔ بہت صبح ہی ایک بزرگ آواز لگا رہے تھے کہ بھائیو تہجد کا وقت ہو رہا ہے تہجد کے لیے اٹھ جایئے۔ جب بادل نخواستہ تہجد کے لیے اٹھے تو تین بج رہے تھے۔ ضروری حاجات سے فارغ ہو کر وضو کیا اور مسجد میں آ گئے۔ تہجد گزار لوگوں سے مسجد اور برآمدہ بھرا ہوا تھا۔ تہجد کے نوافل ادا کر کے بیٹھ گئے۔ کچھ ذاکر ذکر کر رہے تھے اور کچھ ابھی تک نوافل ادا کر رہے تھے۔ نوافل کے دوران ہی ذکر خفی شروع ہو گیا۔ سلیمی صاحب کے بتانے کے مطابق کہ حضرت جی ذکر کروا رہے ہیں ہم ذکر میں بیٹھے رہے۔ ذکر کے دوران ہی اذان فجر ہو گئی۔ ذکر ختم ہوا دعا ہوئی، لائٹ جلا دی گئی، نماز فجر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد ایک بزرگ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ایک حدیث مبارکہ بیان کی اس کی تشریح کی گئی۔ اس کے بعد کچھ لوگ تلاوت کرنے لگے اور ہم جیسے نو وارد سونے کے لیے اوپری منزل پر چلے گئے۔ صبح سات بجے ناشتہ کے لیے آوازیں دی جانے لگیں۔ ایک پلیٹ حلوہ اور ایک پیالہ چائے سامنے رکھی گئی۔ ہر میز پر روٹی پہلے سے ہی رکھی ہوئی تھی۔ ہم ناشتہ پر ٹوٹ پڑے ڈٹ کر ناشتہ کیا۔ حلوہ روٹی اور چائے کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم دوست میس سے باہر آ گئے۔ میرے دوست نے سیر کے لیے میرے کان میں سرگوشی کی اور ہم دارالعرفان کے آہنی گیٹ سے باہر نکل کر سڑک پر دائیں سمت چلنا شروع کر دیا۔ جو خوشاب چکوال روڈ کہلاتی ہے۔ پہلی دفعہ آئے تھے کوئی زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ روڈ کے بائیں طرف ایک عمارت تھی جو پٹرول پمپ سے تھوڑے فاصلے تھی۔ ایک چوپال بنی ہوئی تھی اس سے پیچھے ایک دھوبی گھاٹ بنا ہوا تھا اس سے آگے کھیت تھے اور دور بائیں سمت ایک ایک گول دیوار بنی ہوئی تھی۔ جو بعد میں پتہ چلا کہ طہارت خانے ہیں۔ چلتے ہوئے تھوڑا آگے گئے تو سڑک کی دائیں جانب ایک بڑی عمارت کھیتوں کے اندر بنی ہوئی تھی۔ جس پر الاخوان کا بڑا پرچم بنا ہوا تھا۔ اور الاخوان کا نظام مصطفےٰ کے الفاظ کا عزم تحریر تھا۔ ''رب کی دھرتی رب کا نظام الاخوان'' آگے سڑک پر کوئی آبادی نہیں تھی۔ ہم مسجد میں واپس آ گئے اور اپنے بستر پر لیٹ گئے۔ دماغ میں کشمکش جاری تھی لیکن کوئی فیصلہ نہ کر پائے سلسلہ اویسیہ اچھا ہے یا بُرا۔ تقریبا 9/10 بجے کے قریب سلیمی صاحب آئے اور فرمانے لگے کہ حضرت جی کا خطاب ہے نیچے مسجد میں آ جائیں ہم لوگ اوپری منزل سے نیچے آئے، وضو کیا اور مسجد میں جا کر بیٹھ گئے۔ مسجد کے منبر کے ساتھ ایک صوفہ نما کرسی پڑی تھی سب وہاں بیٹھے تھے۔ لائٹس، کیمرہ اور مائیک وغیرہ لگے ہوئے تھے کسی کی آمد کا انتظار ہو رہا تھا۔ مسجد کے داہنی طرف شیشہ کا ایک دروازہ لگا تھا اور اُس کے ساتھ ہی دیوار پر سبز رنگ کا مہر نبوت کا مونو گرام بنا ہوا تھا کچھ دیر انتظار کے بعد شیشہ کے دروازہ سے ایک طویل القامت بارعب شخص سر پر سفید پگڑی باندھے سفید شلوار قمیض یعنی کرتا میں ملبوس نفاست سے کھونٹی کے سہارے چلتا ہوا برآمد ہوا اور دھیمے دھیمے انداز میں چلتا ہوا آیا اور آ کر صوفہ نما کرسی پر بیٹھ گیا۔ بڑی دھیمی آواز میں خطاب شروع کیا الحمد اللہ رب العالمین بہت پر اثر خطاب تھا دلوں پر گہرے نقوش چھوڑ گیا میں

سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی روایتی قسم کا پیر نہیں ہے بڑا ڈسپلن، ہر چیز میں رکھ رکھاؤ، تعظیماً کوئی کھڑا نہیں ہوتا کوئی اس کے ہاتھ نہیں چوم رہا عجیب بندہ ہے۔ یقیناً اس میں انفرادیت ضرور موجود ہے۔ خطاب کے بعد ہم لوگ واپس ہوئے۔ واپسی پر ساتھی آپس میں بات کر رہے تھے کہ یہاں تو معلوم نہیں پڑتا لیکن جب، ہم واپس جاتے ہیں تو انوارات کی بارش ہوتی ہے۔ بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ انوارات کیا ہوتے ہیں دل میں سوچتے رہے۔ واپس پہنچ کر ہم لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہوگئے۔ لیکن ہمیں مذاق اڑانے کے لیے کوئی مواد نہ مل سکا۔ ہم نے ہر چیز شریعت کے مطابق دیکھی۔ وقت جیسے جیسے گزر رہا تھا دل میں ایک بے چینی سی تھی جو بڑھتی جا رہی تھی۔ خواب میں بھی دارالعرفان نظر آتا۔ اور دل دوبارہ دارالعرفان منارہ جانے کو مچلنے لگا۔ جب کافی عرصہ یہی کیفیت طاری رہی تو میں نے دل میں ارادہ کر لیا کہ جیسے کسی نے دعوت دی تو میں ضرور دارالعرفان منارہ جاؤں گا۔ چند دن کے بعد ڈاکٹر سلیمی صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے دوبارہ منارہ چلنے کی دعوت دی۔ ہم فوراً تیار ہوگئے۔ دو تین دن کے بعد روانگی تھی۔

ہم نے بستر وغیرہ تیار کیے اور چند دن کے بعد منارہ روانہ ہوگئے۔ سفر دیکھا بھالا ضرور تھا لیکن تھکا دینے والا تھا۔ منارہ پہنچ کر دل کے منفی جذبات میں مثبت تبدیلی آچکی تھی۔ اور میں بغیر کسی سے پوچھے اور مشورہ کیے یہ ارادہ کر چکا تھا کہ میں اس دفعہ ضرور مولانا اکرم اعوان کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں بیعت کر لوں گا۔ مغرب وعشاء کے ذکر اور تہجد اور فجر کی نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگوں نے ناشتہ کیا اور دل میں مولانا صاحب کے خطاب کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن وقت تھا کہ کٹ ہی نہیں رہا تھا۔ دل کی عجیب کیفیت تھی۔ جو بیان سے باہر ہے۔ میں تقریباً 10 بجے دن کے قریب وضو کر کے مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ 10-30 بجے یا کچھ اوپر مولانا صاحب اپنی روایتی شان سے دھیمے دھیمے چلتے ہوئے تشریف لائے۔ اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اور آتے ہی فرمانے لگے۔ کہ جو نئے ساتھی بیعت کرنا چاہتے ہیں وہ آگے آجائیں رسی کے ساتھ کئی رومال ملا کر ایک لمبی ڈور بنائی گئی۔ اور مولانا نے مجھ سمیت بہت سے نئے ساتھیوں کو سلسلہ اویسیہ میں شامل فرمالیا۔ دل کو سکون مل گیا جیسے پیاسے کو پانی میسر آجائے۔ جیسے چلچلاتی دھوپ میں مسافر کو سایہ مل جائے۔ حضرت جیؒ کا خطاب شروع ہوا اور نہ جانے کب ختم ہوا۔ میرے آنسو بہتے رہے آنسوؤں سے چہرہ تر ہوگیا۔ کوئی جذبات تھے جو آنکھوں میں امڈ آئے تھے۔ مجھے ہوش اس وقت آیا جب ڈاکٹر سلیمی صاحب نے میرا کندھا پکڑ کر ہلایا۔ کہ چلیں گاڑی میں واپس چلنا ہے، لوگ حضرت جیؒ سے الوداعی مصافحہ کر رہے تھے میں بھی لائن میں کھڑا ہوگیا۔ نہ کوئی غیر شرعی حرکت، نہ کوئی بوس و کنار۔ خاموشی سے اپنی باری پر حضرت جیؒ سے ہاتھ ملایا اور مسجد سے باہر آگیا۔ دل کی دنیا میں تبدیلی واقع ہوچکی تھی۔ جسم ہلکا پھلکا ہو چکا تھا، دل میں موسم بہار بر پا تھا۔ گاڑی میں بیٹھے، واپسی کا سفر شروع ہوا، سب مبارک باد دے رہے تھے اور میں اپنے احساسات میں گم تھا۔ میرے پاؤں ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ زمین سے کئی فٹ اوپر چل رہے ہیں۔ اپنا آپ فضاؤں میں اڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اور سر کے اوپر جو کیفیت تھی ناقابل بیان تھی۔ جس کا احوال آگے چل کر بیان کروں گا۔ عشاء کی نماز راستے ہی میں ادا ہوئی اور ہم لوگ اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اگلے تین دل مسلسل یہی کیفیت طاری رہی۔ میں نے اپنی اس کیفیت کا ذکر اپنے سینئر ساتھی ڈاکٹر سلیمی صاحب سے کیا صرف سرسری انداز میں۔ انہوں نے فرمایا تمہارا کام ہوگیا ہے۔ کسی سے ذکر مت کرنا۔ میں نے چپ سادھ لی اور آج دس سالوں کے بعد بتا رہا ہوں۔ کہ اس وقت مجھے اپنے سر کے اوپر ہوا میں اسم الٰہی اللہ روحانی طور پر لکھا نظر آرہا تھا۔ نماز میں کھڑا ہوتا۔ تو

نماز میں زبان سے ادا کیے ہوئے الفاظ اسم الٰہی کے اندر سموتے ہوئے محسوس ہوتے بلکہ نظر آتے۔ میری نمازیں لمبی ہوگئیں ان میں خشوع وخضوع آ گیا۔ آنکھوں میں حیا اتر آئی۔ برائی سے نفرت ہوگئی۔ دل سے ذکر الٰہی کے جاری ہوگیا اور زبان پر درود پاک کی کثرت ہوگئی TV اور لغویات سے اجتناب شروع ہوگیا اپنی ہی دُھن میں مست رہنے لگا خدمت خلق کا جذبہ پیدا ہوا اور برائی کے خلاف سینہ پر ہونے کا حوصلہ پیدا ہوگیا۔ گویا دل کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہوگیا۔ بڑھ چڑھ کر ذکر اذکار اور تنظیم الاخوان کے انتظامی امور میں حصہ لینا شروع کردیا۔ ڈاکٹر سلیمی صاحب نے تنظیم الاخوان کا مقامی خزانچی مقرر کردیا اور سفر وغیرہ کے انتظامات میرے ذمہ آ گئے۔ سنت مبارکہ پر عمل شروع کردیا۔ شرعی داڑھی بھی رکھ لی۔ میں نے اپنے گھر میں بھی ذکر کرانا شروع کردیا۔ اب میری کیفیت عجیب میرے سر پر اسم الٰہی کا سایہ تھا۔ میرے دوستو! یہ اللہ پاک کی طرف سے حضرت مدظلہ کی وساطت سے اُن کا پہلا تحفہ تھا۔ جو اللہ پاک نے حضرت جیؒ کے صدقے مجھے عطا کیا تھا۔ میرا دل بہت مسرور ہے اور میں اللہ پاک کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ یہ راز میں پہلی دفعہ آپ ساتھیوں سے بیان کررہا ہوں۔ میرے دوستو اور ساتھیو! میرے ساتھ میرے گھر والے اکثر اپنے گھر میں ذکر کرتے تو اکثر اوقات گھر سے عجیب سی خوشبو آنی شروع ہوجاتی ہے۔ جس کو گھر میں موجود ہر کوئی محسوس کرتا ہے۔ کئی دفعہ ایسے ہوا کہ بجلی کے پنکھے کی ہوا کے رخ پر تیز خوشبو پھیل جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی خوشبو اس خوشبو کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کئی دفعہ میری بچیاں جب چھوٹی تھیں تو مجھے اور میری بیوی کو بلا کر باہر صحن میں لے جاتیں کہ پنکھے سے خوشبو آ رہی ہے۔ اس وقت بڑی حیران ہوا کرتی تھیں۔ لیکن پنکھے کے پیچھے جا کر محسوس کرتے تو کوئی خوشبو نہ ہوتی صرف ہوا کے رخ پر تیز خوشبو پھیل رہی ہوتی۔ میرا روحانی رابطہ منارہ سے جڑ چکا تھا۔ جمعرات کو دل مچلنے لگتا کہ جمعۃ المبارک حضرت جی کے ساتھ منارہ میں پڑھ کر آ ؤں۔ لیکن یہ ممکن نہ تھا۔ ہم ایک دن کی یک طرفہ مسافت پر رہتے تھے۔ میں دوستوں کے لیے ایک خاص واقعہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جس کی وجہ سے بھی میں سلسلہ اویسیہ کی جانب راغب ہوا۔ یہ واقعہ سلسلہ عالیہ میں بیعت سے پہلے کا ہے۔ مجھے ایک دن کاروباری دورے پر کسی جگہ جانا ہوا۔ میرا ملازم بھی میرے ساتھ تھا۔ ہم کام ختم کرکے جب واپس شہر کی طرف آ رہے تھے۔ شہر سے ابھی 6/7 کلومیٹر دور تھے کہ ہماری بائیک پنکچر ہوگئی۔ ہم بہت گھبرائے، بائیک ملازم نے پکڑ لی اور ہم پیدل چل پڑے کوئی 2 کلومیٹر سفر کرکے ہم ایک سڑک کنارے آباد گاؤں میں پہنچے پنکچر لگوایا اور آ گے روانہ ہوگئے۔ ابھی چند فرلانگ فاصلہ طے کیا تھا کہ بائیک بند ہوگئی۔ ابھی شہر 4/5 کلومیٹر دور تھا۔ ہم پیدل چلنے لگے۔ وجہ یہ تھی کہ بائیکل کا پٹرول ختم ہوگیا تھا۔ پیدل چلنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ کچھ دور ہی پیدل چلے تھے کہ ایک صاحب سامنے سے اپنی بائیک پر آتے ہوئے نظر آئے۔ جب وہ ہمارے پاس پہنچے تو رک گئے۔ پریشانی کی وجہ پوچھی ہم نے عرض کی کہ پٹرول ختم ہوگیا ہے۔ انہوں نے اپنی بائیک سے نکال کر پٹرول ہمیں دیا۔ جو ہمارے شہر پہنچنے کیلئے کافی تھا۔ انہوں نے ہمیں سلام کیا اور مسکرا کر چلے گئے۔ ہم حیران تھے کہ نہ جان نہ پہچان بغیر تعارف کروائے ہمیں احسان مند چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ شہر پہنچ کر اس تاک میں رہے کہ کسی دن وہ صاحب ہمیں مل جائیں تو ان کا شکریہ ہی ادا کردیں۔ یا پٹرول کی کچھ رقم ہی ان کے حوالے کردوں کافی عرصہ بعد معلوم ہوا کہ موصوف محترم خورشید صاحب ہیں اور سلسلہ اویسیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ درویش صفت انسان ہیں۔

جاری ہے۔

## خوشخبری
## حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کیلئے انتہائی موثر ہیں۔ حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

- کلسٹرو کیئر — Cholestro Care — Rs. 200 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے۔
- Cough Ez — Rs. 30 — کھانسی کیلئے گولیاں
- پین گو — Pain Go — Rs. 100 — مالش کیلئے، ہر طرح کے درد کیلئے مفید ہے
- کیوریکس — Curex — Rs. 225 — کھانے کیلئے، جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے
- ہیر گارڈ آئل — Hair Guard Oil — Rs. 500 — بالوں کی صحت کیلئے مفید ہے۔
- Detergent Super Wash — Rs. 75
- Shampoo Hair Care — Rs. 100

0321-6569339

**ملنے کا پتہ:**
دار العرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562200
17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-35182727



علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج۔ اقبال کے شاہینوں کا مسکن۔ راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے

**پوزیشن لینے والا واحد ادارہ**

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی

# صقارہ سائنس کالج

**ہاسٹل کی سہولت موجود ہے**

**داخلہ جاری ہے**

| | | |
|---|---|---|
| (پری میڈیکل، پری انجینئرنگ) | داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1 | پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت |
| ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم | صحت افزا مقام | شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع |

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ڈائیگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ی ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200

FOR FEED BACK: SIQARIAH@SIQARAHEDU.COM, SIQARAHEDU.COM
VICEPRINCIPAL@SIQARAHEDU.COM , VISIT AT: WWW.SIQARAHEDU.COM

were taught and the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam approved whatever they practiced in front of him-sallu alaihe wasallam. This proves that the actions and lives of the Companions-rau is the real translation of the Holy Quran.The Holy Prophet-sallu alaihe wasallam was once asked about the amount of recitation of the Holy Quran. The Holy Prophet-sallu alaihe wasallam replied to recite three chapters in a day and you will be able to finish the Holy Quran in about ten days which will also be easy on you as well as good for the remembrance of the Holy Quran. Most people do recite even more than this and that is also a good thing, even Hafiz Abdul Razzaq-rua and Hafiz Ghulam Jilani-rua would recite ten chapters in a day when he was sick before departure. Some people are blessed by Allah-swt that they have memorized the Holy Quran and they recite it wherever they are. But the fair amount of recital which the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam has advised is to recite three chapters daily. The blessing upon the Companions-rau was that even if they recited thirty chapters in a single Rakat of Salat, every word of it would be revealed onto their hearts. On the other hand even if we recite a single ruku of the Holy Quran or a single chapter it simply passes by without having its effects or without its meanings and feelings being revealed onto our hearts. We don't even feel the blessings inside every verse that we read, and what every word and each verse holds for us. In reality, the real recitation is the one where every word and every alphabet is revealed onto the heart along with its effects and the enlightenment it holds. The secret of all this is that it affects the soul and body to the extent that living human being transforms into an example of what the Holy Quran teaches us, just like the Companions-rau. The Companions-rau also had differences in the explanation and the details of the Quran and Shariah, but the beauty of those differences was that if a verse or a commandment holds three different types of meanings and interpretations, their differences revealed all those aspects and made it more versatile and diverse. Those differences as stated by the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam were also a kind of blessing. What an amazing breed of people where even their differences were a source of blessing and beauty for all of us. Their differences of opinion wouldn't go outside the limits of the Holy Quran and Shariah; rather, it would stay inside the limits of the interpretations of the Holy Quran. So we were talking about Laila tul Qadar, I think it is twenty third Ramadhan today, and according to Hadith all the odd days of the last ten days of Ramadhan are the blessed days and everyone should do Zikr and do worship as much as you can, but the reality is that if we reveal the Holy Quran onto our hearts, it will really beautify our lives and every day and every moment of our lives may be turned into Laila tul Qadar.

As long as every word and every alphabet is revealed onto the heart, and we start understanding it and afterwards we start practicing it our daily lives, it will really be the revelation of the Holy Quran onto our hearts which may transform our lives into what the Holy Quran teaches the humanity. There are two stages of the revelation of the Holy Quran onto our hearts. One is that when we comprehend what we recited and second is that when we decide firmly that we have to do what we just understood from the Holy Quran. Revelation of the Holy Quran whenever it happens will result in the blessings of Laila tul Qadar descending upon us. May Allah-swt bless everyone among us with the graceful moments of Laila tul Qadar! Ameen

once in the whole year? Do we drink water only once in the whole year? This is interesting that most of us change new clothes a few times during a single day, the question is, why then we wish for the blessings of the Night of Power only once in a year? Does it implicate that we are left for the blessings of a single night in a whole year? Does it implicate that His-swt Mercy is showered for only one night in a year, and the rest of the year is barren as a desert with regard to His-swt blessings? The answer to this is no! In fact, He-swt has only showed us that the revelation of the Holy Quran has converted a single night into the Night of Power which is heavier in blessings to a thousand month of continuous worship. He-swt has told us that look at the blessings of this single night and learn that these blessings are because of the revelation of the Holy Quran and it is just to implicate the importance and greatness of the revelation of the Holy Quran. This doesn't mean that Laila tul Qadar is the only night of the year with so many blessings; rather, Quran has only shown us the reason why Laila tul Qadar is so much holy. This means that if somebody is blessed to reveal the Holy Quran for fifty times in a single day, he would find the blessings of fifty Laila tul Qadar in that day!!

The Holy Quran has never restricted the blessings of the Night of Power into a single night, nor has it ever mentioned that this is the only night in a year; rather, the importance of Laila tul Qadar has been stated and the reason for the blessings of this night has been described as the revelation of the Holy Quran. This means that the revelation of the Holy Quran in whatever form and wherever it is revealed will result in the same kind of blessings as the blessings of the Night of Power. Shouldn't we desire to make every night of the year the Night of Power, every day the Night of Power and even every Salat as the Night of Power because we recite Surah al Fatiha and the rest of the Holy Quran in every Rakat of it? Why don't we reveal every word and every verse onto our hearts and make the blessings of Laila tul Qadar shower upon us?

We have this sense of competition to finish the Holy Quran ten times or more in a day or week times. Indeed this is a good thing, a very good thing for the recital of the Holy Quran, but if we see the lives of the Companions-rau we will see that they were blessed with a special quality. It is well known to us that Hadhrat Usman-rau would recite the thirty chapters of the Holy Quran in a Rakat while praying Vitar, and then go to Ruku, and similar are examples of other Companions-rau. . But the Companions-rau had one other quality as well, as they recited the Holy Quran during Salat, every word they recited was also revealed on their hearts and it would make their lives a practical example of what the Holy Quran preaches. This was bestowed upon them because of the blessed company of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. What are the meanings and explanation of the Holy Quran? If you ask me, I will simply reply that the actions and lives of the Companions-rau are the meanings of the Holy Quran. The proof for this statement is that the Holy Quran was revealed, the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam taught it to the Companions-rau, the Companions-rau practiced what they

# Allah-swt Dwells in a Believer's Heart
## Translated Speech of His Eminence

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar-ul-Irfan, Munarah Dated: August 23rd, 2011

(continued from previous month)

The reason that our Salah does not have its effects of piety is because we only fulfil the ritual of worship, otherwise we would not have dared to commit mistakes. On one hand we ask Allah-swt غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ to 'save us from the path of those people who were doomed' and وَ لَا الضَّآلِّيْنَ to 'save us from the path of those as well who went astray' while on the other we do things which prove to be the path leading to His-swt Wrath. Here these are two different things, those who are doomed to the wrong path, called as الْمَغْضُوْب while وَ لَا الضَّآلِّيْنَ are those people who exaggerate in the Commands of Allah-swt, such as the Christians, who instead of following Issa-alaihe salaam (Jesus Christ) as a Messenger of Allah-swt declared him-alaihe salaam as the Son of Allah-swt and they were described as went astray or وَ لَا الضَّآلِّيْنَ while on the other hand the Jews denied to accept his-alaihe salaam Prophethood and they were doomed and called الْمَغْضُوْب and Allah-swt's Wrath is upon them.

Similar is our situation. In our society there are a kind of people who don't even try to consider Deen as an integral part of life, they don't even care about its orders and its requirements. On the other hand there are some kinds of people who exaggerate every aspect of Shariah to an extreme level, they believe in Allah-swt's attributes to appear in pious people and they merge the limits of a human into the Greatness of Allah-swt. This is what we promise and request during our Salah, while after completing it, we start doing exactly the things that we have declared as the actions of the disbelievers or those who went astray. This means that we have not revealed the verses of Holy Quran onto our hearts and we just utter the words without being affected by their meanings. Allah-swt is very Merciful and even if we read the Holy Quran without understanding its meanings and without revealing its depths onto our hearts still He-swt will reward us with His-swt Mercy but the blessings of Laila tul Qadar will be missed and this surely is a great loss. However if the Holy Quran is revealed onto the hearts and recited according to the sanctity it holds, then we will see the blessings of Laila tul Qadar in each word of Soorat ul Fatiha. In fact, each word of the Holy Quran, each sentence, each phrase and every verse of it holds the blessings of the Night of Power. The only condition for attainment of these blessings is that at least somebody has the desire for it.This is a good thing that people stay awake at a single night in Ramadhan and do worship and recite the Holy Quran, but the point to think about is that, do we eat only once in the whole year? Do we change our clothes only

Islam, have been directed against the Companions rau; to discredit this pious group, to look for flaws in them and (somehow) to make the rest of the world to mistrust them. The foundation of Islam can be destroyed only in this manner. Obviously, it was difficult (for any such movement) to dare to confront Allah swt or the Holy Prophet saws directly, however if the trust (of the Ummah) in the Witnesses rau of Prophethood could somehow be displaced, it would (perfectly) serve their evil purpose.

This group of pious souls was so much loved by Allah swt that the greatest of super-powers that clashed with them were shattered. After these dwellers of Paradise left this world, Allah the Qahhaar (The Subduer) and Jabbaar (Omnipotent) divested anyone, trying to cast aspersion or cause harm to them, of very iota of faith and spiritual ability. No example exists in this world, of anyone, who displayed rancour towards the Companions rau and left this world with his Iman intact.

Hazrat Ji rua used his every ability and all his means, and left no stone unturned to fully discharge the duty of defending the Companions rau, assigned to him from the Court of the Holy Prophet saws. His every lecture or discourse included the mention of the Companions rau. He considered any assault on this pious group as a personal assault, and the pain he felt could be discerned in his discourse.

Hazrat Ji rua would begin his lecture on the eulogy of the Companions rau by reading the last Ayat of Surah Fatah:

It is He who has sent His Messenger with Guidance and the Religion of Truth, to proclaim it over all religion: and enough is Allah for a Witness.

Muhammad is the Messenger of Allah; and those who are with him are strong against Unbelievers, (but) compassionate amongst each other. Thou wilt see them bow and prostrate themselves (in prayer) seeking Grace from Allah and (His) Good Pleasure. On their faces are their marks, (being) the traces of their prostration. This is their similitude in the Torah; and their similitude in the Gospel is: like a seed which sends forth its blade, then makes it strong; it then becomes thick and it stands on its own stem (filling) the sowers with wonder and delight. As a result, it fills the Unbelievers with rage at him. Allah has promised those among them who believe and do righteous deeds Forgiveness and a great Reward.

Once, after delivering the Sunnah Khutbah (the speech/ address usually given by the Holy Prophet saws) and after recitation of these Ayaat of Surah Al Fatah, while eulogizing the Companions rau, and particularly speaking about the greatness of Hazrat Ameer Mu'awiah-rau, Hadrat Ji rua declared:

**to be continued**

Hazrat Ji-rua too, in an assembly (Jalsah), after providing evidence against the false religion of Mirza Qadiyani challenged that he could spiritually show whatever Mirza Qadiyani was undergoing at that moment in his grave. At the time no one had the courage to take up Hazrat Ji-rua challenge, but afterwards a fortunate army officer who had renounced Qadiyaniat, perceived this reality through Kashf.

When our present Sheikh of Silsilah, Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, saw a flash of this spiritual aspect of Hazrat Ji-rua at the Padhrar Manazara in 1958, it served to identify Hazrat Ji-rua's spiritual status to him. Thereafter he held on to this Mantle with such conviction that he never left it, to the extent that when Hazrat Ji-rua departed for Barzakh, Hazrat Ameer ul Mukarram-mza took up the mission of his Shaikh.

This spiritual prowers of Hazrat Ji-rua's was the unique distinction, that had been bestowed on him for upholding the honour of the Companions rau.

# Hayat-e-Javidan Chapter 16

## THE HONOUR OF THE COMPANIONS rau

For the Ahbab of the Silsilah, Hadrat Ji rua's personality was affection personified and every member, who came into contact with him felt that he held the single privilege of enjoying a special relationship with Hazrat Ji rua. This affection was a reflection of the Quranic verse Ruhamaao Bainahum (full of mercy among them), however where he rua sensed the slightest disrespect shown towards the honour of the Companions rau, he rua, in the manner of Ashiddaao 'allal Kuffar (severe for the disbelievers) would take note of it very sternly. Often he would say:

Whatever I have received is due to the Companions rau, because the Holy Prophet saws loved his Companions rau. The Companions rau are the conveyers of the words of the Holy Prophet saws. They are the eyewitnesses of his saws Prophethood and the Trustees of his saws commands. The entire Deen has reached the Ummah through the medium of the Companions rau. If they are removed from the middle, or if any doubt is cast on them, then there remains no testimony or proof of the Prophethood of the Holy Prophet saws.

The foundation of Islam is built on unswerving trust. Hazrat Jibrael as would deliver Allah swt's Message to the Holy Prophet saws and to other Prophets as. The Prophets trusted the Angel and, in turn, the Ummah trusted the Prophets that, what they preached was from Allah swt. The Deen has reached us in this manner of trusting a single source.

If the descendants (successive generation) lack faith in their ancestors then religion cannot survive. The efforts of all the movements initiated against

Hayat-e-Javidan **Chapter 15**

# A Life Eternal (Translation)

## HAZRAT JI's-rua SPIRITUAL POWERS

Hazrat Ji-rua made this challenge in a crowded assembly. A claim so great could not be made without the possession of exceptional spiritual authority, but as the opponents did not have much faith in their own stance, who could accept the challenge? This challenge of Hazrat Ji-rua is recorded in his own words and will rest as his Karamah till the Day of Judgment as testament of the brotherhood and unity among the Companions rau.

One often comes across such situations of the Ahl Allah when, after they present their evidence to the world, Allah swt makes them say something whose honour is always upheld by His Divine Authority. History is a witness that whenever a Wali Allah was made to utter such words, no one could dare to challenge them. This Karamah of a Wali is one form of Sunnat-e Mubahalah (a meeting of two contending parties where a curse is invoked on those who deny Allah's religion).

Within this context, Hazrat Ji-rua would often recount the famous episode of Hazrat Imdad Ullah Mahajir Makki-rua wherein the Ulama challenged Padri (Priest) Funder from his side, that, to establish the Truth between Islam and Christianity, the verbal Manazara would also be followed by a practical demonstration. Since the Muslims claim that Islam is the religion of all the Prophets- as and as such they are the real heirs of the Prophet Isa-as, therefore, along with Padri Funder, he (Hazrat Imdad Ullah Mahajir Makki rua) would stand by an old grave and recite: 'Qum be Iznillah' (Rise by the permission of Allah), and the one on whose words the dead person becomes alive/rises, would be considered the real heir of Hazrat Isa as, because the miracle of a Prophet is transferred in the form of a Karamah to his rightful heir only. The Christian preacher knew very well that when a Wali Allah makes such a claim, he is supported by the Hand of Allah and the miracle would definitely take place. Fearing (the outcome of) the 'practical' aspect of the Manazara, he withdrew from the entire contest.

There is record of another historical episode whereby Sayyed Pir Mehr Ali Shah-rau challenged Mirza Qadiyani to a Manazara, saying that after providing concrete literary proof, he would also prove by means of a Karamah (spiritual marvel) that Mirza is a liar. By means of this claim of His Wali, Allah swt generated such a fear in Mirza Qadiyani, that this claimant of false prophet hood did not have the courage to face the Wali.

ماہنامہ
# المرشد

اللہ رسول محمد

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the name of his Rabb. And then prays.

عَنْ عَبْدُاللّٰہ بِنْ عُمَرْ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ لِکُلِّ
شَیْءٍ صِقَالَۃً وَ اِنَّ صِقَالَۃَ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وَ مَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی
مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ، قَالُوْا : وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟
قَالَ: وَلَوْ اَنْ تَضْرِبَ بِسَیْفِکَ حَتّٰی یَنْقَطِعَ

Narrated by Hazrat Abdullah bin Omer the Prophet (saw) said that for everything there are means and ways of cleansing and polishing. The cleansing and polishing of hearts is done by Zikr Allah. There is nothing better than Zikr Allah in saving a person from Allah's wrath. The companions asked wether it was even better than fighting in Allah's cause? Yes, replied the Prophet (saw) even if sword of the fighter is broken into pieces.

Worst creature of the world is one who uses "deen" (religion) as a source for worldly gains

Hazrat Sheikh ul Mukaram
**Ameer Muhammad Akram Awan MZA**

April 2012
Jamadiul Awwal 1433H

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

# www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255